بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّ حۡمٰنِ الرَّ حِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِالۡمَسِیۡح الۡمَوۡعَود

معزز قارئین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاۃ

جیسا کہ آپ کو یاد ہے کہ جناب انصر رضا صاحب نے جنوری ۲۰۱۱ء میں کینیڈا میں ایک علمی مناظرہ کے دوران ایک زبردست بیان (statement) دیا تھا کہ کسی بھی تنازعہ کا فیصلہ کرنے کیلئے قرآن کریم ایک قطعی معیار ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور سچا معیار نہیں ہوسکتا۔ خاکسار نے اِنکے اس بیان سے متأثر ہوکر اِنکی خدمت میں ''دعوت الیٰ الحق'' کے سلسلہ میں ایک مفصل خط لکھا تھا۔ خاکسار کے مفصل خط کا لب لباب یہ تھا کہ خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود جناب انصر صاحب کے تسلیم کردہ قرآنی معیار کے مطابق بالکل جھوٹا ہے۔ اگر انصر رضا صاحب سمجھتے ہیں کہ خلیفہ ثانی صاحب اپنے دعویٰ مصلح موعود میں سچے تھے تو اُنہیں چاہیے کہ اپنے تسلیم شدہ اور مقرر کردہ معیار کی روشنی میں جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو سچا ثابت کر کے میری غلطی (اگر کوئی ہے) کو رفع کر کے عنداللہ ماجور ہوجائیں۔ انصر صاحب کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ''وہ لمبی لمبی تقریریں نہیں کرتے بلکہ کسی سوال کا دو (۲) منٹ میں جواب دے کر سائل کو فارغ کر دیتے ہیں''۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ کوئی مجھے دومنٹ میں مختصر سا جواب دے کر اگر بقول جناب خلیفہ رابع صاحب (جلسہ سالانہ جرمنی اگست ۲۰۰۱ء) میرے دماغ میں نعوذ باللہ کوئی فتور پیدا ہوگیا ہے تو میری اس سے خلاصی ہوجاتی۔ قارئین کرام۔ اب صاف اور سیدھی بات تو یہ تھی کہ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا تھا تو انصر رضا صاحب اس عاجز کے پیش کردہ قرآنی دلائل کو قرآن کریم میں سے ہی جھٹلا کر خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو سچا ثابت کر دکھاتے۔ اب آپ سب نے میرے دعوت الیٰ الحق پر مشتمل مفصل خط کا جناب انصر رضا صاحب کا تین صفحاتی جواب بھی پڑھ لیا ہوگا اور آپ نے دیکھ لیا ہوگا کہ اپنے جوابی خط میں انصر رضا صاحب نے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا ذکر تک نہیں کیا جو کہ اصل اَمر متنازعہ ہے بلکہ اس عاجز پر حضرت مرزا صاحبؑ کے اِلہامات کی خودساختہ تشریح کا جھوٹا الزام لگا کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی ہے وبس۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ میں نے حضورؑ کے اِلہامات کی کوئی تشریح نہیں کی ہے بلکہ جس طرح قرآن کریم کی تیس آیات کھلے کھلے طور پر یہ پیغام دے رہی ہیں کہ کوئی مسیح عیسیٰ ابن مریم زندہ بجسم عنصری آسمان پر نہیں گیا ہے اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ کے زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات بھی کھلے کھلے طور پر دھائی دے رہے ہیں کہ حضورؑ کا کوئی بھی لڑکا مصلح موعود نہیں ہوگا۔ قارئین کرام کو یاد رہے کہ جس طرح قرآن کریم کی تیس آیات کی حضرت مرزا صاحبؑ نے کوئی تشریح نہیں کی تھی بلکہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات کے بارے میں قرآن کریم کی تیس آیات کا یہ فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فیصلے سے اُمت محمدیہ کو حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ صرف خبردار کیا تھا۔ بعینہٖ آج اس عاجز نے حضرت مرزا صاحبؑ کے زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات کی کوئی تشریح نہیں کی ہے بلکہ حضورؑ کے مبشر اِلہامات کا یہ فیصلہ ہے کہ حضورؑ کا کوئی لڑکا مصلح موعود نہیں ہوسکتا۔ اور آج اللہ تعالیٰ حضرت مرزا صاحبؑ کے مبشر اِلہامات کے اپنے اس فیصلے سے (وفات مسیح عیسیٰ ابن مریم کی طرح) افراد جماعت کو اس عاجز کے ذریعہ صرف آگاہ کر رہا ہے۔ اور قارئین کرام آپ نے میرے مفصل خط کے جواب میں انصر رضا صاحب کا غیر متعلقہ جواب (سوال گندم جواب چنا) پڑھ لیا ہوگا اور اب آپ حسب وعدہ اِس غیر متعلقہ جواب کا جواب الجواب بھی پڑھ لیں۔ والسَّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کا مخلص

عبدالغفار جنبہ/کیل۔ جرمنی

موعود زکی غلام مسیح الزماں (مجدد صدی پانزدھم)

۲۲۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّ حۡمٰنِ الرَّ حِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِالۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعَوۡد

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا
ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ (مائدہ۔۹)

اے ایماندارو! تم اللہ کیلئے کھڑے ہونیوالے، انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اِس سے یقیناً آگاہ ہے۔

اَمرِ متنازعہ۔۔۔خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود

فیصلہ کیلئے مشترکہ معیار اللہ کی کتاب (قرآن کریم)

جناب انصر رضا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاۃ۔

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہونگے آمین۔آپکی اور جناب سید مولود احمد صاحب کی ساری ای میلز مجھے مل گئی ہیں اور میں نے ان سب کو پڑھ بھی لیا ہے۔علاوہ اسکے میرے مفصل خط کے جواب میں آپ نے میرے دعویٰ (موعودز کی غلام مسیح الزماں) کے سلسلہ میں تین (۳) صفحات پر مشتمل جو سوالات لکھ کر بھیجے ہیں خاکسار نے ان کا بھی مطالعہ کر لیا ہے۔ خاکسار اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور اُس کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہے کہ مجھے نہ کوئی مصلح موعود یا کوئی مذہبی لیڈر بننے کا شوق تھا اور نہ ہی پہلی زندگی میں میرے دل میں کبھی اس قسم کا کوئی خیال پیدا ہوا تھا کہ اس قسم کا واقعہ میرے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔اب یہ واقعہ جو میرے ساتھ ہو چکا ہے اس سے میرے دل میں حق الیقین پیدا ہو گیا ہے کہ مجھ سے پہلے جتنے بھی مرسل ہو گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلح بنائے جانے سے پہلے کانوں کان خبر نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ اُسے مصلح بنانیوالا ہے۔مقررہ وقت سے پہلے تک یہ سب بزرگ ہستیاں بے خبر رہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اچانک اِن پر ظاہر ہو کر اِنہیں کسی خاص کام پر مامور فرما دیا۔اور پھر یہ بھی کہ اِن گزشتہ مرسلین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کے دل میں اپنے طور پر مصلح بننے کی کوئی خواہش یا تمنا پیدا ہوئی ہو۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شکار ہونیوالے یہ سب وجود سلیم الفطرت، متقی اور بے نفس لوگ تھے۔ان سب کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔آج خاکسار کا بھی یہی حال ہے اور مجھے بھی کان سے پکڑ کر کھڑا کیا گیا ہے۔انصر رضا صاحب۔خاکسار اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر یہ بھی کہتا ہے کہ ہماری اس گفتگو میں میرے نزدیک فتح اور شکست سے بالا ہو کر صرف سچائی کو پانا اور اُس کو قبول کرنا ہے۔مجھے اُمید ہے کہ آپ بھی میرے ساتھ گفتگو اسی جذبے کیساتھ کر رہے ہونگے اور پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں فتح اور شکست سے بالا ہو کر آپکا مقصد بھی سچائی کو پانا اور اُس کو قبول کرنا ہوگا۔ثانیاً۔میں آپ کو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس عاجز نے ایک دن مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور اس وقت جو میں اللہ تعالیٰ کا پاک نام لے کر لوگوں سے کہہ رہا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا حساب دینا ہے۔میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بھی اسی جذبے اور اسی یقین کیساتھ پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہونگے اور اگر نہیں تو میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ آپ نے بھی ایک دن مر کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق آپ اس وقت جو گفتگو میرے ساتھ کر رہے ہیں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا حساب دینا ہے۔وہاں پر کوئی (نبی، ولی، کوئی خلیفہ اور کوئی عہدیدار وغیرہ) ہماری دونوں کی مدد نہیں کر سکے گا۔ہماری جزا سزا کا انحصار ہمارے ایمان اور ہمارے اعمال پر ہوگا۔یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی انسانوں کی ہدایت کا موجب بنتا ہے اور غیر متقی لوگوں کو نہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اور نہ ہی وہ کسی مرسل سے ہدایت پا سکتے ہیں۔

آپ کو یاد رہے کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب نے جماعت احمدیہ میں جب موعود مصلح ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو اس وقت آپ جماعت احمدیہ کے سربراہ تھے۔اس کا مطلب ہے کہ دعویٰ مصلح موعود سے پہلے افراد جماعت نے آپکی بطور خلیفہ ثانی بیعت کی ہوئی تھی لہٰذا کسی احمدی کیلئے آپکے دعویٰ کا انکار ممکن نہیں تھا۔۱۸۹۱ء میں جب خلیفہ صاحب کے محترم والد حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ نے عالم اسلام میں موعود مسیح اور معہود مہدی ہونے کے دعاوی کیے تھے تو اُس وقت مسلمانوں کے پاس حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعاوی پر غور و فکر کرنے کے بعد اِنہیں قبول کرنے یا ردّ کرنے کا مکمل اختیار (option) تھا۔برخلاف اِسکے جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود پر آزادانہ غور و فکر کرنے کے بعد اِسے قبول کرنے یا ردّ کرنے کا کم از کم جماعت احمدیہ قادیانی گروپ میں کسی احمدی کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا۔اگر کسی احمدی نے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ سے اختلاف کیا تو اُسے فتنہ پرور اور مفسد قرار دے کر جماعت احمدیہ سے اُس کا اخراج اور مقاطعہ کر دیا گیا۔اب سوال ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی قائم کردہ جماعت ہے۔

اگر کسی احمدی کو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعاوی (اُمتی نبی، مہدی معہود اور مسیح موعود) کے بارے میں کوئی شک پیدا ہوتا ہے تو اُسے حضورؑ کی جماعت سے خارج کرنے اور اُس کا مقاطعہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ تو خود ہی جماعت احمدیہ چھوڑ جاتا ہے۔لیکن جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود سے اختلاف کی بنا پر کسی احمدی (جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہے) کا حضورؑ کی جماعت احمدیہ سے اخراج اور مقاطعہ۔۔۔چہ معنی دارد۔؟؟؟

جناب انصر رضا صاحب۔جیسا کہ خاکسار آپکے نام اپنے مفصل خط میں پہلے عرض کر چکا ہے کہ جماعت احمدیہ میں بطور نشان صرف دو (۲) وجود موعود ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا''بطور نشان نہ ایک سے زیادہ موعود لڑکے ہیں اور نہ ہی ایک سے زیادہ زکی غلام (مصلح موعود) ہیں۔خاکسار یقین رکھتا ہے کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب (بطور مثیل بشیر احمد اوّل) موعود لڑکا سے متعلقہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی مفصل اِلہامی پیشگوئی میں مذکورہ ضمنی پیشگوئی کے مصداق تو ہو سکتے ہیں لیکن آپ موعود زکی غلام (مصلح موعود) ہرگز نہیں تھے۔خاکسار یہ بھی عرض کرتا ہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ قطعی طور پر سچ ہے لیکن اسکے باوجود جماعت احمدیہ میں سے اگر آپ یا کوئی اور عالم یا غیر عالم قرآن کریم کی روشنی میں مجھ پر دلائل کیساتھ واضح کر دے کہ میرا یہ نقطہ نظر غلط ہے اور جناب خلیفہ ثانی صاحب ہی موعود زکی غلام تھے تو پھر مجھے ایک غلط نقطہ نظر (اگر وہ قرآن کریم کی رُو سے واقعی غلط ثابت ہو جائے) کو چھوڑنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوگا۔اسی طرح خاکسار یہ بھی عرض کرتا ہے کہ اگر از روئے قرآن کریم (جسے آپ بھی کسی متنازعہ اَمر میں فیصلہ کیلئے معیار مانتے ہیں) جناب خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود غلط ثابت ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو بھی اور جماعت احمدیہ قادیان کو بھی اس غلط عقیدہ کو چھوڑنے میں کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ آنحضرت ﷺ اور آپکے غلام حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی ارواح کو اس سے خوشی ہوگی۔پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں ایک بار پھر خاکسار چند گذارشات آپکے گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔

(ا) پہلی گذارش یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ذریعہ اُسکی اُمت یا جماعت کو آئندہ آنیوالے کسی موعود وجود کی بشارت دے۔بعد ازاں اگر ایسا ہو جائے کہ اُس نبی کی اُمت میں اس پیشگوئی کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو پھر جب اُس پیشگوئی کا اصلی مصداق دنیا میں ظاہر ہوگا تو سب سے پہلے اُس مدعی کا کام یہ ہوگا کہ پیشگوئی کے سلسلہ میں اُمت میں پیدا شدہ غلط فہمی کو قطعی طور پر عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعہ سے دور کرے۔کسی مدعی کا ایسی غلط فہمی کو دور کرنا بھی دراصل اُسکے اپنے دعوے کا اثبات سمجھا جائیگا کیونکہ کسی پیشگوئی کے سلسلہ میں صدیوں سے پیدا شدہ غلط فہمی کو قرآن کریم کی روشنی میں دور کرنے کی صرف اور صرف اُس پیشگوئی کے اصلی مصداق کو ہی توفیق مل سکتی ہے۔مثلاً۔آنحضرت ﷺ کی مسیح موعود کی پیشگوئی کے سلسلہ میں اُمت محمدیہ میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی کہ چونکہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلیب سے بچا کر اپنی طرف اُٹھا لیا تھا اور اب وہی مسیح ابن مریم حضور ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آسمان سے زندہ بجسم عنصری نزول فرما کر دنیا میں دین اسلام کو غالب کریں گے۔حیات مسیح اور آپکا زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کا عقیدہ بالکل غلط تھا لیکن مرور زمانہ کیساتھ ساتھ یہ غلط عقیدہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ ہوتا گیا۔ایک صدی قبل جب آنحضرت ﷺ کی اس پیشگوئی کا اصلی مصداق اُمت میں ظاہر ہوا تو آپ نے سب سے پہلے قرآن کریم کی روشنی میں پیشگوئی مسیح موعود کے سلسلہ میں حیات مسیح کے غلط عقیدے کا قلع قمع کر کے اپنے دعویٰ کیلئے راہ ہموار کی تھی اور آپ جانتے ہیں کہ یہ آپکے دعویٰ مسیح موعود کے سچا ہونے کی ایک بڑی نشانی تھی۔آپ بھی کینیڈا میں بطور معلم یا مربی دعوت الیٰ حق اور تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔آپ کو علم ہوگا کہ جب کبھی کسی غیر احمدی نے آپ سے حضرت بانئے جماعتؑ کے دعویٰ مسیح موعود کے سچا ہونے کی دلیل پوچھی ہوگی تو آپ نے سب سے پہلے حیات مسیح ابن مریم اور اُسکے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اُٹھائے جانے کے عقیدے کی تردید کیلئے اُسکے آگے قرآن کریم کی تیس آیات رکھی ہونگی۔آپ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ مسیح موعود کی طرف متوجہ کرنے کیلئے پہلے سائل کے حیات مسیح کے غلط عقیدے کا بطلان ضروری ہے۔آپ نے حضورؑ کے دعویٰ مسیح موعود کی صداقت کے ثبوت کے طور پر کبھی بھی سائل کے آگے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے اِلہامات نہیں رکھے ہونگے کیونکہ آپ بھی اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ کسی مدعی کے اِلہامات اُسکے دعویٰ کے سچے ہونے کی دلیل یا حجت نہیں ہوا کرتے۔جب سائل وفات مسیح ابن مریم ناصری علیہ السلام کو تسلیم کر لے گا تو پھر اگلا مرحلہ صداقت مسیح موعود کا آئے گا اور اس ضمن میں آپ اُسکے آگے حضورؑ کی سچائی کے دیگر دلائل (بشمول اِلہامات وغیرہ) پیش کریں گے۔

(۲) جہاں تک خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا تعلق ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ آپ نے مورخہ ۲۰۔فروری ۱۹۴۴ء کو بمقام ہوشیار پور تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

(ا)''میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہی موعود ہوں اور کوئی موعود قیامت تک نہیں آئے گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور موعود بھی آئیں گے اور بعض ایسے موعود بھی ہونگے جو صدیوں کے بعد پیدا ہونگے۔بلکہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور میں پھر کسی شرک کے زمانے میں دنیا کی اصلاح کیلئے آؤں گا جس کے معنی یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی

طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی اور وہ میرے نقشِ قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا۔‘‘(تقریر’’دعویٰ مصلح موعود کے متعلق پُرشوکت اعلان‘‘۔انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۱۶۱)

مورخہ ۱۲۔مارچ ۱۹۴۴ء کو خلیفہ ثانی صاحب نے بمقام لاہور تقریر کرتے ہوئے بڑی وضاحت کیساتھ فرمایا تھا۔

(۲)’’آج میں اس جلسہ میں اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اسکے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔‘‘(تقریر’’میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں‘‘۔انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۲۳۹)

اسی طرح مورخہ ۲۸۔دسمبر ۱۹۴۴ء کو جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

(۳)’’میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور مجھے ہی اللہ تعالیٰ نے اُن پیشگوئیوں کا مورد بنایا ہے جو ایک آنیوالے موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائیں جو شخص سمجھتا ہے کہ میں نے افتراء سے کام لیا ہے یا اس بارہ میں جھوٹ اور کذب بیانی کا ارتکاب کیا ہے وہ آئے اور اس معاملہ میں میرے ساتھ مباہلہ کر لے اور یا پھر اللہ تعالیٰ کی موکد بعذاب قسم کھا کر اعلان کر دے کہ اُسے خدا نے کہا ہے کہ میں جھوٹ سے کام لے رہا ہوں پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اپنے آسمانی نشانات سے فیصلہ فرما دے گا کہ کون کاذب ہے اور کون صادق۔‘‘(تقریر فرمودہ ۲۸۔دسمبر ۱۹۴۴ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان’’الموعود‘‘۔انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۶۴۵)

جناب انصر رضا صاحب۔واضح رہے کہ ہم نے حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو بطور حکم وعدل (اگر آپ نے نہیں تسلیم کیا ہوا تو بتا دیں) تسلیم کیا ہوا ہے لہٰذا کسی پیشگوئی کے ضمن میں اگر ہمارے سامنے حضورؑ کا کوئی نمونہ موجود ہو تو اگر ہم حضورؑ پر اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں تو ہمیں ہر حال میں آپؑ کے نمونہ کی پیروی کرنی ہوگی۔ہمارے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے عالم اسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کا مقدمہ جس طرح لڑا تھا اُسکے موعود زکی غلام کو بھی اپنے آقا کی سنت اور طرز عمل کی پیروی کرتے ہوئے اپنے موعود زکی غلام مسیح الزماں ہونے کا مقدمہ اسی طرح لڑنا ہوگا۔واضح رہے کہ حضرت بانئے جماعتؑ نے ایک صدی قبل اُمت محمدیہ میں اپنے مسیح موعود ہونے کا مقدمہ کس طرح لڑا تھا اور اس ضمن میں آپؑ کی سنت کیا تھی؟ اِسی ضمن میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ مورخہ ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اپنے ایک اِشتہار بعنوان ’’ایک عاجز مسافر کا اِشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان اِنصاف شِعار و حضرات علمائے نامدار‘‘ میں اِرشاد فرماتے ہیں:۔

’’تیسری شرط یہ کہ بحث وفات حیات مسیح میں ہو۔اور کوئی شخص قرآن کریم اور کتب حدیث سے باہر نہ جائے۔مگر صحیحین کو تمام کتب حدیث پر مقدم رکھا جائے اور بخاری کو مسلم پر کیونکہ وہ اَصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقہ مذکورۂ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کیلئے خیر الطرق ہے، ثابت ہو جائے تو میں اپنے اِلہام سے دستبردار ہو جاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی اِلہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔بلکہ میں حلفاً اِقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث میں وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔اور اِن تمام نشانوں کی پروا نہیں کروں گا جو میرے اِس دعوے کے مصدق ہیں۔کیونکہ قرآن کریم سے کوئی حجت بڑھ کر نہیں۔‘‘(مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ تا ۲۳۶)

جناب انصر رضا صاحب۔ہم سب احمدی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو حکم وعدل مانتے ہیں۔جب پیشگوئی مسیح موعود کے سلسلہ میں ہمارے سامنے ہمارے آقا کا نمونہ اور سنت موجود ہے تو پھر ہمیں پیشگوئی مصلح موعود کے معاملہ میں بھی آپکے نمونہ اور آپکی سنت کی پیروی کرنی ہوگی اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے۔چونکہ جماعت احمدیہ (قادیانی گروپ) میں خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود پہلے سے موجود ہے۔خلیفہ ثانی صاحب کے دعوے کو نہ صرف سچا تسلیم کر لیا گیا ہے بلکہ اس دعوے کو احمدیوں کے دل و دماغ میں بٹھانے کیلئے سرسٹھ (۶۷) دفعہ یوم مصلح موعود بھی منا لیے گئے ہیں۔اگر افراد جماعت نے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو تسلیم کیا ہے تو ظاہر ہے اُنکے پاس اس دعویٰ کے سچا ہونے کی کوئی دلیل بھی ہوگی۔لہٰذ پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں ضروری ہے کہ جو دعویٰ پہلے ہو چکا ہے اُس پر پہلے غور و فکر کیا جائے یہ دیکھنے کیلئے کہ آیا وہ دعویٰ سچا تھا یا کہ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا؟ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود قرآن کریم کی روشنی میں سچا ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اسکے بعد کسی دوسرے مدعی کا دعویٰ خود بخود باطل ہو جائے گا اور اُسکے دعویٰ کے بارے میں الگ سے بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔خاکسار اپنے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی پیروی میں حلفاً یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر آپ یا علمائے جماعت، قرآن مجید اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے اِلہامات کی روشنی میں جناب خلیفہ ثانی صاحب کو اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود (زکی غلام مسیح الزماں) کے دائرہ بشارت (دعویٰ مصلح موعود کے سچا ہونے کی دلیل کو نظر انداز کرتے ہوئے) میں آنا ثابت کر دیں گے تو یہ عاجز حضورؑ کی طرح اپنے موعود زکی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) ہونے کے دعویٰ (جس کا وہ ایک قطعی، علمی اور اِلہامی ثبوت رکھتا ہے) سے دستبردار ہو جائے گا۔۔۔ ؎ آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

(۴)خاکسار نے مورخہ ۳۱۔جولائی ۲۰۱۱ء کو دعوت الیٰ الحق کے سلسلہ میں آپ کو جو خط لکھا تھا۔اس مفصل خط میں اس عاجز نے قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات کی

روشنی میں بخوبی اور قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ حضورؑ کا کوئی بھی لڑکا ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آتا لہٰذا جناب خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر جھوٹا اور بے بنیاد ہے کیونکہ سچے مصلح موعود (موعود زکی غلام مسیح الزماں) نے جماعت احمدیہ میں ۶،۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا ہے۔انصر رضا صاحب۔واضح ہو کہ اگر آپ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلقہ مبشر الہامات کی روشنی میں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آنا ثابت نہ کرسکیں تو پھر میرے دعویٰ کے متعلق سوال کرنے سے پہلے آپ کو اپنے بیان کے مطابق خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو باضابطہ طور پر غلط تسلیم کر لینا چاہیے۔

(۴) خاکسار آپ لوگوں کی راہنمائی کیلئے یہ بھی عرض کر دیتا ہے کہ اگر آپ اور جماعت احمدیہ قادیانی گروپ خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود (زکی غلام) کو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں لانا چاہتے ہیں تو اس کیلئے آپکے پاس صرف اور صرف دو آپشنز (options) موجود ہیں۔جو کہ درج ذیل ہیں۔

(اولاً) یہ کہ آپ اپنے مقرر کردہ معیار یعنی قرآن کریم کی رو سے یہ ثابت کر دیں کہ ایسا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مبشر وجود کی پیدائش کے بعد بھی اُسکی پیدائش کے متعلق اپنے کسی نبی یا ولی کو بشارت دیتا رہتا ہے۔قرآن کریم میں سے صرف ایک مثال دیدیں۔اگر آپ قرآن کریم سے ایسی کوئی ایک مثال دے دیں گے تو ہم سمجھ لیں گے کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش یعنی ۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء کے بعد ۶/۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک زکی غلام کے متعلق جو مبشر الہامات نازل ہوتے رہے ہیں وہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کے متعلق ہی ہونگے۔

(ثانیاً) واضح رہے کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش (۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء) کے بعد سے لے کر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی وفات کے قریب یعنی ۶/۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک زکی غلام کے متعلق جو مبشر الہامات نازل ہوتے رہے ہیں اور جن میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف زکی غلام کی ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں مذکورہ صفات کا ذکر فرمایا ہے بلکہ اُسے مثیل مبارک احمد بھی قرار دے دیا ہے۔حضور علیہ السلام نے شان انبیاء کے مطابق اِن تمام مبشر الہامات کو اپنی کتب، رسالوں اور اخبارات میں شائع فرمادیا تھا۔انصر رضا صاحب۔آپ یہ ثابت کر دیں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش (۱۲۔جنوری ۱۸۸۹ء) کے بعد سے لے کر ۶/۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک زکی غلام کے متعلق جو مبشر الہامات نازل ہوتے رہے ہیں یہ سارے مبشر الہامات نعوذ باللہ غلط تھے اور اِن غلط اور نفسانی اِلہاموں کو سچے اِلہامات سمجھنے میں نعوذ باللہ حضورؑ کو غلطی لگ گئی تھی۔

(۵) جناب انصر رضا صاحب۔آپ نے مورخہ ۲۲۔جنوری ۲۰۱۱ء کو ایک علمی مباحثہ (در بارہ امکان نبوت) کے آغاز میں (جو کہ آپکے اور ایک سابق احمدی جناب چوہدری اکبر احمد صاحب کے درمیان کینیڈا میں (Mississiauga) مسّس اوگا کے الایمان اسلامک سنٹر میں ہوا تھا) آپ نے تقویٰ پر مبنی ایک ایسا بیان دیا تھا جو بہت ہی سچا تھا۔اگر حق اور سچ کو پانے کیلئے مناظرہ کے فریق ہر قسم کی عصبیت اور مفادات سے پاک اور بالا ہو کر تقویٰ کیساتھ اسی طرح علمی بحث و مباحثہ کریں تو نہ صرف اُنہیں بلکہ اس سے اور لوگوں کو بھی بہت فائدہ ہوسکتا ہے۔کیا آپ ۲۲۔جنوری ۲۰۱۱ء کو علمی مباحثہ میں دیئے گئے اپنے درج ذیل اس سابقہ بیان پر قائم ہیں۔؟؟؟؟ آپ فرماتے ہیں۔

''اصل میں مجھے لمبی لمبی باتیں کرنی نہیں آتیں، نہ ہی میں لمبی لمبی تقریریں کرتا ہوں۔جو بھی مجھ سے سوال کیا جاتا ہے اس کا دو (۲) منٹ کے اندر جواب دے کر میں اس کو فارغ کر دیتا ہوں۔کیونکہ بنیادی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ جب دو (۲) بندوں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے تو اُس کا ایک مشترکہ معیار کے تحت فیصلہ ہوتا ہے۔اس کمرے کی پیمائش کے متعلق اگر ہم یہ کہیں کہ اِدھر سے یہ ۲۰ فٹ ہے اور اُدھر سے ۴۰ ہے اور ہو اصل میں یہ ۱۸ اور ۳۵۔اور اکبر صاحب مجھے کہیں نہیں یہ ۱۸ اور ۳۵ ہے اور میں کہوں کہ ۲۰ اور ۴۰ ہے تو فیصلہ کیسے ہوگا؟ فیصلہ اسی طرح ہوگا کہ ہم۔۔۔ایک measury ٹیپ لے آئیں اور اس کمرے کو ناپ لیں۔وہ measury ٹیپ جو ہے وہ نہ میں نے بنائی ہے نہ میرے بھائی نے بنائی ہے اکبر صاحب نے۔وہ ایک سٹینڈرڈ (standard) ہے ہمارے دونوں کے درمیان ایک مشترک بات میں اور اُسکے مطابق جو فیصلہ ہوگا جو پیمائش نکلے گی ہم مان لیں گے اُس کو۔اِسی طرح یہ جو ہمارا اختلاف ہے اس میں جو مشترکہ معیار ہے جس کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں جس کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں۔وہ اللہ کی کتاب ہے۔وہ قرآن پاک ہے۔اس لیے میں یہی بات عرض کر رہا ہوں کہ آپ نے جو بھی دلیل دینی ہے وہ قرآن پاک کی رُو سے دیں اوّل۔چونکہ یہی آنحضرت ﷺ کا اُسوۂ حسنہ ہے۔۔۔آپ نے اپنے صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھیجا یمن کیلئے۔آپ نے فرمایا کہ معاذ کیسے فیصلہ کرو گے؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب سے۔تو سب سے پہلی بات جو ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اسکے بعد پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے اگر اُس میں سے نہ ملے۔تو فرمایا کہ اگر تمہیں اُس میں سے نہ ملے۔یہ نہیں کہ اُس میں ہو نہ۔فرمایا کہ تمہیں نہ ملے۔اس لیے ہمیں سب سے پہلے ایک ایسے مشترکہ معیار کی طرف جانا چاہیے جس کو ہم دونوں بھائی تسلیم کرتے ہوں اور میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میں قرآن کریم کی اتباع میں یہ عرض کر چکا ہوں سورہ زخرف کی روشنی میں قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ (زخرف۔۸۲) میرا مؤقف بالکل کھلا ہے۔میں پچھلے آٹھ سال سے ریڈیو احمدیہ پہ آرہا ہوں اور میں publicly کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اگر کوئی مجھے یہ ثابت کر دے قرآن کریم کی رُو سے کہ میرا عقیدہ غلط ہے تو میں احمدیت ترک کر کے اُن کیساتھ شامل ہونے کیلئے تیار ہوں۔۔۔صاف سی بات ہے۔۔۔کہ قیامت والے دن یا آپکی قبر میں نہ انصر آپ کیساتھ ہوگا۔آپ اپنے اعمال کے اپنے خود جواب دہ ہیں اور میں بھی اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہونگا۔

میرے ساتھ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے یا مرزا غلام احمدؑ نے ،کسی عہدیدار نے نہیں جانا۔میں نے اکیلے نے جانا ہے اور میں نے اکیلے نے اپنی بات کا جواب دینا ہے۔اس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کی اس پاک کتاب کی رُو سے میں صحیح ہوں۔آپ میری غلطی مجھ پر واضح کر دیں میں ترک کرنے کو تیار ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت میں پوچھے گا کہ احمد کریم شیخ صاحب نے اور اکبر چوہدری صاحب نے اور قاری رفاقت نے تمہاری غلطی تم پر واضح کر دی تھی قرآن کی رُو سے تم نے کیوں نہیں مانا۔میں پاگل ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم بن کر کھڑا ہوں اس لیے میرا اوّل روز سے یہی مؤقف ہے کہ آپ اس کتاب کی رُو سے جو میرے اور آپکے درمیان مشترک ہے اس کا ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور بغیر کسی شک وشبہ کے ہے، ہر گمان سے بالا ہے اور ہر یقین سے پُر ہے۔اسکے مطابق آپ ثابت کر دیں میں غلط ہوں میں اپنا عقیدہ بدلنے کو تیار ہوں۔''

قارئین کرام۔انصر رضا صاحب کے اس بیان نے مجھے کافی متاثر کیا اور میں نے یقین کیا کہ یہ صاحب چونکہ پیدائشی احمدی نہیں ہیں اور اِنہوں نے کافی تحقیق کے بعد احمدیت کو قبول کیا ہے لہٰذا اِنکے اس بیان سے ظاہر ہے کہ ان میں کچھ تقویٰ، دیانتداری اور انصاف موجود ہے۔خاکسار نے اِسی حسن ظنی کیساتھ مورخہ ۳۱۔جولائی ۲۰۱۱ء کو اِنہیں ایک مفصل خط کے ذریعے دعوت اِلیٰ الحق دی۔یہ خط آپ سب نے پڑھ لیا ہوگا۔خاکسار نے اپنے مفصل خط میں جناب انصر رضا صاحب کے تسلیم کردہ معیار یعنی قرآن کریم کی روشنی میں جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو نہ صرف قطعی طور پر جھوٹا بلکہ قرآن کریم کی تعلیم کے بھی بالکل برخلاف ثابت کر دیا ہے۔انصر رضا صاحب نے اپنے بیان میں ببانگ دہل اقرار کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی میرے عقیدے کو قرآن کریم کی روشنی میں غلط ثابت کر دے تو میں اپنا عقیدہ بدلنے کو تیار ہوں۔حتیٰ کہ اُنہوں نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا ہے کہ میں احمدیت کو ترک کرنے کیلئے بھی تیار ہوں۔میں انصر رضا سے احمدیت ترک کرنے کیلئے نہیں کہتا کیونکہ احمدیت سچی ہے لیکن جو احمدیت موجودہ قادیانی گروپ پیش کر رہا ہے وہ احمدیت ہرگز نہیں بلکہ یہ احمدیت کے بھیس میں محمودیت ہے۔اب چونکہ انصر رضا صاحب ایمان رکھتے ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا ہے۔اب سوال ہے کہ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا ہے تو انصر رضا صاحب کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے تسلیم شدہ قرآنی معیار کی روشنی میں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو سچا ثابت کر کے دکھاتے۔لیکن اُنہوں نے میرے مفصل خط کے جواب میں جو تین صفحات لکھے ہیں اِن میں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو قرآن کریم کی روشنی میں سچا ثابت کرنا تو دور کی بات ہے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔قارئین کرام۔اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ الخاموشی نیم رضا کے مطابق اُنکی خاموشی یہ عندیا دے رہی ہے کہ وہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود میں کوئی صداقت نہیں۔واضح رہے کہ انسانوں سے غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن اپنی غلطیوں پر نادم ہونا ہی اِنکا کفارہ ہے۔دنیا میں دو (۲) قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ایک تو حقیقی متقی اور صاحب علم ہوتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ اگر اِن پر اِنکے عقیدہ کی غلطی آشکار ہو جائے تو یہ نہ اپنے سٹیٹس (status) کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی دنیاوی مفادات کی پرواہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر فوراً غلط عقیدہ سے رجوع کر لیتے ہیں۔دوسری قسم اِن لوگوں کی ہوتی ہے جو دکھاوے کے متقی اور دکھاوے کے عالم ہوتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو بڑی بڑی بڑھکیں مارتے ہیں لیکن جب کوئی حقیقت اِنکے عقیدے کے برخلاف ثابت ہو جاتی ہے تو پھر دنیا کی خاطر اپنا ایمان، تقویٰ اور علم سب کچھ بیچ دیتے ہیں۔ایسے لوگ نہ صرف غیر متقی بلکہ جاہل بھی ہوتے ہیں۔

قارئین کرام۔خاکسار جماعت احمدیہ قادیان کے مربیوں، مولویوں، علما اور فضلا سب سے کہتا ہے کہ اس حقیقت کو قبول کر لو کہ پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق جناب خلیفہ ثانی صاحب قطعاً موعود زکی غلام اور موعود مصلح نہیں تھے۔اس حقیقت کو قبول کرنے کے سوا آپکے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔خلیفہ رابع صاحب اس لحاظ سے خوش نصیب تھے کہ اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کو اُنکی خلافت کے آغاز میں نہ صرف ظاہر فرما دیا بلکہ اُنہیں لاشعوری طور پر اُس کا مصدق بھی بنا دیا۔خلیفہ صاحب جامعہ احمدیہ کے شاہد تھے۔میں یہ بھی آپ کو کہتا ہوں کہ کچھ باتوں میں اُن سے میرا اختلاف اپنی جگہ پر لیکن خاکسار اس اَمر کا برملا اظہار کرتا ہے کہ وہ احمدی خلفاء اور علماء میں کافی وسیع علم رکھنے والا انسان تھا۔لیکن جب وہ بھی موعود زکی غلام مسیح الزماں کا مقابلہ نہ کر سکا اب آپ لوگوں نے میرا مقابلہ کیا کرنا ہے؟ اگر خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا ہوتا اور قرآن کریم کی روشنی میں خلیفہ رابع صاحب اپنے والد کے دعویٰ کا دفاع کر سکتے ہوتے تو وہ یہ کام اپنی زندگی میں ضرور کر کے جاتے۔لیکن جب یہ موعود زکی غلام قرآن کریم، زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات اور اپنی سچائی کا علمی، اِلہامی اور قطعی ثبوت اپنے ہاتھوں میں تھام کر خلیفہ رابع صاحب کے آگے آیا تو آپ سب احمدیوں نے ایم ٹی اے پر دیکھا ہوگا کہ اِسکے بعد اُنکے قدم لڑکھڑا گئے اور اُنکے قدموں میں کوئی ثبات نہیں رہا۔اس میں نہ میرا اُس وقت کوئی کمال تھا اور نہ ہی میں اپنا اس وقت کوئی کمال سمجھتا ہوں۔یہ سب میرے عظیم آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی برکت اور میری روحانی ماں محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے۔واضح رہے کہ دلائل کی دنیا میں غلط عقائد کے حامل لوگوں کے قدموں میں ثبات نہیں ہوا کرتا۔اگر آپ سب اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ جناب خلیفہ ثانی صاحب مصلح موعود (موعود زکی غلام مسیح الزماں) نہیں تھے اور اس اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق اللہ تعالیٰ نے (بندوں نے نہیں) اس عاجز کو بنایا ہے تو آپ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُسکی بخشش میں سے وافر حصہ پاؤ گے۔بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور شرمندگی اور رسوائی تمہارا مقدر ہے۔۔۔۔ ؎ دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامان موت فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

قارئین کرام۔ جس طرح علمائے اسلام نے حیات مسیح کے قضیہ میں شکست کھا کر اپنی جھوٹی اَنا کو تسکین دینے کیلئے حضرت بانئے جماعتؑ پر طرح طرح کے الزامات لگائے تھے۔ مثلاً۔ آپکے متعلق کہا گیا کہ آنحضورﷺ کے مقابلہ پر نعوذ باللہ نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ انگریزوں کا نعوذ باللہ ایجنٹ ہے۔ یا ایک نیا فرقہ احمدیہ بنا کر اسلام کو کمزور کر دیا ہے وغیرہ۔ حالانکہ اَمر واقع یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اپنے آقا آنحضرتﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق سچے مسیح موعود اور سچے مہدی معہود تھے۔ آپؑ کا دعویٰ امتی نبی ہونے کا تھا نہ کہ آنحضورﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر کسی نئی نبوت کا۔ آپؑ نے تو انگریزوں کے نعوذ باللہ خدا کے بیٹے کو وفات یافتہ ثابت کر کے اُسے ایک انسان اور ایک نبی اور رسول ثابت کیا تھا۔ بھلا آپؑ انگریزوں کے ایجنٹ کس طرح ہو سکتے تھے؟ باقی جہاں تک نئے فرقہ احمدیہ کا تعلق ہے تو حضورؑ کو فرقہ بنانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ جب مولویوں نے آپؑ پر کفر کے فتوے لگا دیئے اور آپکا اور آپکے اصحابؓ کا عالم اسلام سے اخراج کر دیا تو پھر سچائی کی پہچان کے طور پر ایک الگ فرقہ احمدیہ بنانا آپکی مجبوری تھی۔ نیا فرقہ بنانے کے ذمہ دار بھی مکفر مولوی تھے وغیرہ۔ آج حضورؑ کے موعود زکی غلام اور اُسکے اصحاب کیساتھ بھی جماعت احمدیہ قادیان نے سب کچھ وہی کیا ہے اور کر رہے ہیں جو ماقبل عالم اسلام نے حضرت مرزا صاحبؑ کیساتھ اور آپکے اصحابؓ کیساتھ کیا تھا۔ اور پھر عالم اسلام کی مخالفت کے جواب میں جو میرے آقا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو کرنا پڑا آج آپؑ کا موعود زکی غلام بھی اِنہی مصائب سے گزر رہا ہے۔ میں نے انصر رضا صاحب کو لکھے گئے مفصل خط میں پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں کلی طور پر اور قطعی طور پر قرآن کریم کی روشنی میں جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو جھٹلا دیا ہے۔ اُن پر فرض تھا کہ اپنے علم اور تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے یا تو خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ کو از روئے قرآن کریم سچا ثابت کر دیتے اور یا پھر ایک متقی اور عالم کی شان کے مطابق مجھے لکھ بھیجتے کہ میں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ کو قرآن کریم کی روشنی میں سچا ثابت نہیں کر سکتا لیکن میں آپکے دعویٰ کے سلسلہ میں آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اِنکے تسلی بخش جواب دیں۔ لیکن شومئی قسمت کہ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے عریضے میں خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا ذکر تک نہیں کیا اور مجھ پر ایسے ہی سوالات داغے ہیں جیسے ایک صدی قبل حضرت مرزا صاحبؑ پر مولویوں نے لگائے تھے۔ چونکہ انصر رضا صاحب جماعت احمدیہ کینیڈا میں جماعت کے ملازم ہیں۔ جماعتی کوارٹر میں بھی رہ رہے ہیں لہٰذا میرا خیال ہے کہ جماعت احمدیہ کی نمک حلالی کیلئے اُنہوں نے اصل موضوع (خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود) سے ہٹ کر مجھ پر بے بنیاد اور کچھ جھوٹے الزامات لگائے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

عبدالغفار جنبہ صاحب کی شیعوں سے مشابہت۔ سوال۔ ''عبدالغفار جنبہ صاحب نے صحابہؓ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے ان کی طرف سے پیشگوئی مصلح موعود کو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر چسپاں کرنے کو ''ایک انتہائی خطرناک فعل'' قرار دیدیا۔ اِنکے ایمان کا اندازہ لگائیں کہ جسے وقت کا امام مانتے ہیں اِسکے صحابہؓ کو تنقید کا نشانہ بنانے سے نہیں چوکتے۔ پھر اِن میں اور شیعوں میں کیا فرق باقی رہ گیا؟ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ رسولﷺ کے صحابہؓ نے بے جا طور پر خلافت پہلے حضرت ابو بکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کے سپرد کر دی اور عبدالغفار جنبہ صاحب کے الفاظ میں ''ایک انتہائی خطرناک فعل'' کے مرتکب ہوئے۔''

الجواب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' وَاِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝'' (ال عمران آیت=۸۲۔۸۳) اور جب اللہ نے سب نبیوں والا پختہ عہد لیا تھا کہ جو بھی کتاب اور حکمت میں تمہیں دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اِس کلام کو پورا کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ہی اُس پر ایمان لانا اور ضرور اُسکی مدد کرنا، فرمایا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو اور اِس پر میری طرف سے ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ اُنہوں نے کہا تھا، ہاں ہم اِقرار کرتے ہیں، فرمایا اب تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ اب جو (شخص) اِس عہد کے بعد پھر جائے تو ایسے لوگ فاسق ہونگے۔

واضح رہے کہ درج بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے جس میثاق النبیین کا ذکر فرمایا ہے اِسی میثاق النبیین کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کی آزمائش کی خاطر اپنے پیارے نبیﷺ کے ذریعہ اُمت محمدیہ کے آگے مہدی و مسیح موعود کی پیشگوئیاں بیان فرمائیں تھیں۔ قریباً ایک صدی قبل جب اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو اِس امتحان سے گزارا تو اُمت کی قلیل تعداد اس ابتلاء میں سُرخرو ہو سکی۔ بعینہٖ جماعت احمدیہ کی آزمائش کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ مہدی و مسیح موعودؑ پر ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود (زکی غلام) نازل فرمائی تھی۔ اس اِلہامی پیشگوئی کو اِبتداء سے ہی عام فہم سمجھا گیا تھا حالانکہ یہ پیشگوئی عام فہم نہیں تھی۔ یوں مقدر تھا کہ اس پیشگوئی کی حقیقت آئندہ کسی زمانے میں اس پیشگوئی کے مصداق پر آشکار ہونی تھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت سے ملہم کو بھی بے خبر رکھا اور آپؑ نے اس اِلہامی پیشگوئی کی اشاعت کے وقت اپنے اندازے اور قیاس کے مطابق زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ دیا تھا۔ ملہم نے اپنی فہم و فراست کے مطابق موعود زکی غلام کو اپنا جسمانی لڑکا سمجھتے ہوئے اس پیشگوئی کو اپنے دو (۲) لڑکوں (بشیر احمد اوّل اور مبارک احمد) پر چسپاں کیا تھا لیکن یہ دونوں لڑکے نوعمری میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلا لیے اور زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات کا سلسلہ ملہم کی وفات کے قریب یعنی ۶/۷۔ نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ملہم اور آپکی جماعت کے لوگوں کو یہ یقین دلانے کیلئے کہ یہ موعود زکی غلام ملہم کا کوئی جسمانی لڑکا نہیں

ہے اس موعود غلام کو مثیل مبارک احمد بھی قرار دیدیا۔ اب یہ بات تو عام فہم ہے اور اسے سمجھنا چنداں مشکل نہیں کہ مثیل ہمیشہ اصل کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبشر اِلہامات میں زکی غلام کو نافلہ بھی قرار دیا ہے لیکن جب ملہم نے نافلہ سے مراد پوتا لیتے ہوئے اس اِلہامی پیشگوئی کو اپنے پہلے پوتے مرزا نصیر احمد ابن مرزا بشیر الدین محمود احمد پر چسپاں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس پوتے کو بھی فوت کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل اور رویہ بتا رہا تھا کہ موعود زکی غلام (مصلح موعود) نہ حضورؑ کا کوئی لڑکا تھا اور نہ ہی کوئی پوتا وغیرہ۔ یہ موعود زکی غلام ملہم کا کوئی روحانی فرزند تھا جس نے آئندہ کسی زمانے میں جماعت احمدیہ کی اصلاح کیلئے ظاہر ہونا تھا۔

زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے مثیل مبارک احمد قرار دیئے جانے کے بعد اس حقیقت میں کوئی شک نہیں رہ گیا تھا کہ موعود زکی غلام حضورؑ کا کوئی جسمانی لڑکا نہیں ہے۔ اور اس حقیقت سے جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بھی بخوبی آگاہ تھے۔ تبھی اُنہوں نے جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء کے شمارہ میں بڑی وضاحت کیساتھ فرما دیا تھا کہ اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق آئندہ کسی زمانے میں جماعت احمدیہ میں پیدا ہوگا۔ اس ضمن میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے مفصل بیانات آگے آئیں گے۔ یہاں مختصراً عرض کرتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

''اِن اِلہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔۔۔۔۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ اِلہامات کسی آئندہ نسل کے لڑکے کی نسبت تھے۔'' (رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم ۳۔ نمبر ۶۔۷ صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۳۔ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

اب سوال ہے کہ وہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم نہ دیئے جانے کی وجہ سے ساری زندگی ملہم اور آپکی جماعت کیلئے ملہم کی زندگی میں شدید اِبتلاء بنی رہی اور پھر خلافت اولیٰ کے دوران میں بھی اس اِلہامی پیشگوئی پر سے کوئی پردہ نہ اُٹھ سکا۔ خلیفہ ثانی صاحب کے ۱۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے دو (۲) ماہ بعد جناب پیر منظور احمد صاحب اور مولوی محمد اسماعیل صاحب (دیکھیئے نیوز نمبر ۵۔ alghulam.com) کو کس طرح علم ہوگیا کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں؟ کیا اِن کو اِلہام ہوگیا تھا؟ اگر اِن کو اِلہام نہیں ہوا تھا تو پھر اپنے خیال اور اندازے کے مطابق ایک الہامی پیشگوئی کو کسی ایسے انسان (خواہ وہ حضورؑ کا کوئی لڑکا ہی تھا) پر جو اِلہامی پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتا تھا چسپاں کر دینے کے جو بھیانک نتائج نکلنے والے تھے کیا اِنہیں اس کا شعور نہ ہوا؟؟؟

جب چند ناعاقبت اندیش اصحاب احمدؑ نے بغیر کسی دعویٰ کے ہی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کو خلیفہ ثانی صاحب پر چسپاں کر دیا تو پھر (اگرچہ خلیفہ صاحب جانتے تھے کہ وہ اس اِلہامی پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں) اُنہوں نے نہ صرف مصلح موعود بننے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے بلکہ مصلح موعود بننے کا اُن پر بھوت بھی سوار ہوگیا (پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں خلیفہ صاحب کے مختلف اوقات میں ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۴۴ء تک دیئے گئے اُنکے بیانات سے یہ حقیقت ظاہر ہے۔ قارئین کرام میری کتب اور مضامین سے اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ناقل)۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد کے خلیفہ رابع بننے کے بعد اسی سال یا اگلے سال جلسہ سالانہ پر آپکے متعلق مثیل مصلح موعود کا نعرہ لگایا گیا تھا لیکن آپ نے ان لوگوں کو سختی کیساتھ منع کر دیا کہ یہ نعرہ مت لگاؤ۔ تو پھر خلیفہ ثانی صاحب نے ۱۹۴۴ء کی خواب سے پہلے ان لوگوں کو جو آپ کو ۱۹۱۴ء میں مصلح موعود بنا رہے تھے کیوں نہ روکا؟ خلیفہ ثانی صاحب نے ان لوگوں کو روکنے کی بجائے اِنہیں اپنا منظور نظر بنایا اور اِنہیں اپنی خوشنودی سے نوازا۔ لیکن جب اس ضمن میں جماعت میں مخالفت زیادہ ہونے لگی تو آپ نے ان کتابچوں اور رسالوں کو جلوا دیا جن میں آپ کو لوگوں نے مصلح موعود قرار دیا تھا۔ یہ سب کیا ڈرامہ (darama) تھا۔؟ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں خلیفہ ثانی صاحب مصلح موعود تھے تو پھر اس بات کا پہلے علم آپ کو ہونا چاہیے تھا نہ کہ آپکے متعلق لوگ دعویٰ کرتے۔ پیشگوئی مصلح موعود کی وجہ سے آج جماعت احمدیہ جس مصیبت میں پھنس چکی ہے (اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ احمدی اب کس طرح اس مصیبت سے نکلیں گے) یہ سب اِن اصحاب احمدؑ کا ہی کیا دھرا ہے جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے ایک ایسی اِلہامی پیشگوئی کو جس کا علم اللہ تعالیٰ نے ملہم کو بھی نہ دیا ایک ایسے وجود پر چسپاں کر دی جو اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں ہیں؟ یہاں میرا جناب انصر رضا صاحب سے سوال ہے کہ کیا آپ خلیفہ ثانی صاحب یا حضورؑ کے کسی لڑکے کو بھی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں ثابت کر سکتے ہو؟ اگر آپ یہ ثابت کر دیں تو یہ عاجز آپکو منہ مانگا انعام دے گا۔ یاد رکھیں کہ کسی نبی کا صاحب ہونا بڑا اعلیٰ روحانی انعام ہے۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ یہ عاجز اس لحاظ سے تمام اصحاب احمدؑ کو نہ صرف خوش نصیب سمجھتا ہے بلکہ اِنہیں حضورؑ کی روحانیت کا وارث بھی سمجھتا ہے۔ لیکن اِن اصحابؓ نے یہ نہ سوچا کہ جس اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے ملہم پر بھی نہ کھولی ہم بغیر کسی علم کے محض عقیدت میں اِسے کسی انسان پر چسپاں کر کے بلاوجہ اُسے ہلاشیری کیوں دے رہے ہیں؟ یہاں پر یہ عاجز جناب انصر رضا صاحب سے سوال کرتا ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ حضورؑ کے یہ اصحابؓ جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے اِلہامی پیشگوئی کو خلیفہ ثانی پر چسپاں کر دیا زیادہ بزرگ ہیں یا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کا مہدی و مسیح موعودؑ اور آپؑ پر نازل ہونیوالا مبشر اِلہامی کلام زیادہ بزرگ ہیں۔؟؟؟ ہر متقی اور معقول انسان کے نزدیک سب سے بلند ہستی اِلہام نازل کرنیوالے وجود یعنی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ثانیاً۔ بلند مقام ملہم یعنی حضرت احمد علیہ السلام اور آپؑ پر نازل ہونیوالے

مبشر کلام کا ہے۔ اصحاب احمدؓ کا اگر کوئی مقام ومرتبہ ہے تو وہ حضرت احمد علیہ السلام کی وجہ سے ہے۔ انصر رضا صاحب۔ آپ مجھے بھی اور قارئین کو بھی بتائیں کہ ملہم (حضرت مہدی ومسیح موعودؑ) زیادہ بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں یا آپکے وہ چند نا عاقبت اندیش اصحابؓ جنہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی دلیل کے ایک اِلہامی پیشگوئی کو خلیفہ ثانی پر چسپاں کردیا تھا؟؟ ملہم جن پر یہ پیشگوئی اِلہام ہوئی تھی، اس پیشگوئی کے سلسلہ میں جب آپؑ کا اجتہاد بار بار خطا ہوتا رہا تو پھر (عقیدت اور محبت اپنی جگہ پر) کیا یہ تقویٰ کا تقاضا نہیں تھا کہ اصحاب احمدؓ بھی اس اِلہامی پیشگوئی کو اتنی جلدی اپنے قیاس اور اندازے کیساتھ کسی احمدی (خواہ وہ حضورؑ کا بیٹا ہی تھا) پر چسپاں نہ کرتے؟ کیا ان اصحابؓ کی اس غلطی کا آج موعود زکی غلام مسیح الزماں کیساتھ ساتھ جماعت احمد یہ خمیازہ نہیں بھگت رہی؟؟ اب یہ سوال میں قارئین پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ چند نا عاقبت اندیش اصحاب احمدؓ کا پیشگوئی مصلح موعود کو ایک ایسے وجود پر چسپاں کر دینا جو کہ پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتا کیا ''اُن کا یہ فعل نیک'' تھا یا کہ ''ایک اِنتہائی خطرناک فعل'' تھا۔؟؟؟؟؟؟؟

اولین صحابیوں میں سے ایک پڑھے لکھے صحابی اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے پہلے امیر جناب مولوی محمد علی صاحبؓ بعض صحابیوں کی اسی غلطی کے سلسلہ میں اپنے رسالہ ''المصلح الموعود'' میں لکھتے ہیں۔

(ا) ''میاں محمود احمد صاحب کے مصلح موعود ہونے کے متعلق سب سے پہلے پیر منظور محمد صاحب نے ۲۸ مئی ۱۹۱۴ء کو یعنی اختلاف کے اڑھائی ماہ بعد ایک مضمون لکھا جو رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع ہوا۔ اسکے جواب میں جون ۱۹۱۴ء میں میں نے ایک رسالہ بنام ''المصلح الموعود'' لکھا جس میں میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی تحریروں سے اور آپکے اپنے اِلہامات سے یہ ثابت کیا تھا کہ حضرت صاحب کے تین موجودہ بیٹے (بشیر الدین محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد۔ ناقل) اپنی اپنی جگہ پر حضرت صاحب کی دوسری پیشگوئیوں کے مصداق ضرور ہیں مگر مصلح موعود والی پیشگوئی کا کوئی بھی ان میں سے مصداق نہیں اور حضرت صاحب کو ان تینوں کی پیدائش کے بعد اِلہاماً یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ موعود اب تک پیدا نہیں ہوا بلکہ انکے بعد پیدا ہوگا۔ پیر صاحب نے جو بنیاد رکھی تھی جماعت احمد یہ قادیان اس پر تیس سال برابر عمارت بناتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ فروری ۱۹۴۴ء کے شروع میں جناب میاں صاحب نے بھی کہہ دیا کہ مجھے خواب آ گیا ہے کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ اس اختتامی اداکاری کے بعد جماعت احمد یہ قادیان کا حقائق کی طرف توجہ کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ لیکن معذرۃ الی ربکم ولعلّھم یتقون کا ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ کوئی قوم کتنی بھی لاپرواہو نصیحت چھوڑنی نہیں چاہیے۔ (المصلح الموعود۔ صفحات ۳۔۴)

اسی رسالہ میں آگے جا کر جناب مولوی محمد علی صاحبؓ لکھتے ہیں۔

(۲) ''اس بات کو معلوم کرنے کیلئے کہ کسی موعود مصلح کی شناخت کیلئے کیا معیار ہوا کرتا ہے۔ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سنت اللہ پر غور کریں جس کے مطابق موعود مصلح دنیا میں آیا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ان احباب کو جو اس معاملہ میں جلد بازی سے کام لے کر محض اپنی خواہش کی پیروی میں کسی شخص کو موعود تجویز کرنا چاہتے ہیں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں افراط وتفریط کے مرتکب یکساں ملزم ہیں۔ یعنی ایک شخص کو جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اور دنیا کی اصلاح کا کام اسکے سپرد کیا جاتا ہے اور کسی پہلے نبی یا ولی کی پیشگوئیاں بھی اس پر صادق آتی ہیں ردّ کرنے والا ضرور ملزم ہے۔ مگر ایسا ہی ملزم وہ شخص ہے جو محض ایک قیاس اور اٹکل کی بنا پر اور ان یقینی اور قطعی علامتوں کے پائے جانے کے بغیر جن سے کسی مصلح موعود کی شناخت ہو سکتی ہے کسی شخص کو مصلح موعود قرار دے لیتا ہے۔ پس مومن کو جس طرح تفریط کے پہلو سے بچنا چاہیے اسی طرح افراط کے پہلو سے بھی بچنا چاہیے۔ اس شخص کیلئے جو ایک مقام کا حقدار نہیں وہ مقام تجویز کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ حقدار کو وہ مقام دینے سے انکار کرنا جس کا وہ حقدار ہے۔ اگر وہ مصلح موعود جس کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ تو کیا اسکے ظہور سے پہلے ہمارا ایک شخص کو ایسا مصلح موعود قرار دے لینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ہم نے اصل موعود مصلح کا انکار کر دیا ہے اور اُس کا مقام کسی اور کو دے کر اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہو گئے ہیں۔'' (ایضاً۔ صفحات ۲۲۔۲۳)

قارئین کرام۔ واضح رہے کہ اہل تشیع خلفائے راشدینؓ (حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ) کے متعلق جو بدکلامی کرتے ہیں اُنکے پاس اس بدکلامی کی کوئی ٹھوس سند نہیں ہے۔ یہ لوگ سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر خلفائے راشدینؓ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں جبکہ ۱۹۱۴ء میں جن چند اصحاب احمدؓ نے خلیفہ ثانی کے متعلق اپنی تحریر وتقریر میں مصلح موعود اور قدرت ثانیہ کا مظہر ہونے کے الفاظ استعمال فرمائے تھے۔ خاکسار نے ان اصحابؓ کے اس اِنتہائی خطرناک فعل کے ثبوت میں چند قطعی اور اِلہامی ثبوت پیش کیے ہیں جن کا درج بالا سطور میں ذکر ہو چکا ہے۔ علاوہ اسکے درج بالا اقتباس میں جناب مولانا محمد علیؓ صاحب بھی جون ۱۹۱۴ء میں ایسے چند اصحابؓ کو ملزم قرار دے رہے ہیں۔ اب سوال ہے کہ جناب انصر رضا صاحب اس عاجز کو اہل تشیع کیساتھ کس بنا پر تشبیہ دے رہے؟؟ کیا یہ اُنکا اصل موضوع اور اَمر متنازع (پیشگوئی مصلح موعود اور خلیفہ ثانی صاحب کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود) سے کہیں بھاگنے اور جان چھڑانے کی ترکیب تو نہیں ہے؟؟ قارئین سے گذارش ہے کہ وہ انصر رضا صاحب کی طرف سے مجھ پر لگائے گئے اس بے بنیاد الزام کے بارے میں اُس سے استفسار کریں؟؟؟ ؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

عبدالغفار جنبہ صاحب کی منکرینِ احمدیت سے مشابہت۔ سوال۔ ''مثیلِ مبارک احمد کے بعد کے زمانہ میں پیدا ہونے والے تشحیذ الاذہان کے حوالہ کے متعلق خاکسار

عرض کرتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بات بالکل ایسے ہی بیان فرمائی تھی جیسا کہ عبدالغفار جنبہ صاحب نے نقل کیا ہے اور اس کا کوئی سیاق وسباق نہیں ہے تو دیگر تاریخی حقائق میں جائے بغیر خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ حوالہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداء میں خود کے نبی اور رسول ہونے بلکہ مسیح ہونے کے دعویٰ کا بھی انکار کرتے تھے لیکن جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے صریح وحی کے ذریعہ بات کھول دی تو آپؑ کیلئے اپنا عقیدہ بدلنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔اس بات پر آج تک مخالفینِ احمدیت اعتراض کرتے ہیں۔سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی چونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل اور آپکے خلیفہ ہیں اس لئے یہ سنّت آپؓ میں بھی پوری ہوئی۔الحمدللہ! اب عبدالغفار جنبہ صاحب خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان کے اور غیر احمدیوں کے طرزِ عمل اور دلائل میں کیا فرق باقی رہا۔‘‘

الجواب۔ یہ بات یادرکھیں کہ زکی غلام یعنی مثیل مبارک احمد نہ حضورؑ کی زندگی میں آپکے گھر میں پیدا ہوا اور نہ ہی آپکی وفات کے بعد آپکے گھر میں پیدا ہوا۔اس پر مخالفین نے کافی شوروغوغا کیا کہ زکی غلام اور مثیل مبارک احمد جس سے قوموں نے برکت پانی تھی وہ مرزا صاحب کے گھر میں پیدا ہی نہیں ہوا لہٰذا مرزا صاحب نعوذ باللہ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں۔حضرت بانئے سلسلہ کی وفات کے وقت مرزا بشیرالدین محمود احمد کی عمر اُنیس (۱۹) سال تھی اور آپ اس وقت رسالہ تشحیذ لاذہان کے ایڈیٹر تھے۔آپ مثیلِ مبارک احمد (زکی غلام) جس کو حضورؑ نے مصلح موعود قرار دیا تھا سے متعلق مبشر اِلہامات (بطورِ خاص وہ مبشر اِلہامات جو مرزا مبارک احمد کی وفات کے بعد نازل ہوئے) کے ضمن میں مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے مورخہ جون۔جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنے رسالہ تشحیذ لاذہان میں لکھتے ہیں:۔

(۱) ’’اور پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ زبان کے لحاظ سے بھی بیٹا آئندہ نسل کے کسی فرد پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ عربی میں اِس طرح کثرت سے اِستعمال ہوتا ہے چنانچہ اکثر قبیلوں کے نام اُنکے کسی بزرگ کے نام پر ہوتے ہیں اور وہ اُسکی اولاد کہلاتی ہیں۔۔۔جب دنیا اپنے طور پر ایک شخص کو صدیوں گذرنے کے بعد بھی ایک دوسرے شخص کا بیٹا قرار دیتی ہے اور عمر بن عبدالعزیز اور ہارون الرشید اُمیہ اور عباس کے لڑکے کہلاتے ہیں تو کیا وجہ کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی آئندہ ہونیوالے لڑکے کو اُن کے لڑکے کے نام سے پکار نہ سکے۔کیا وہ کام جس کا اِنسان کو اختیار ہے خدا اُسکے کرنے سے معذور ہے۔؟ یا جب دنیا کے طالب ایک شخص کو کسی پہلے گزرے ہوئے شخص سے نسبت دیتے ہیں حالانکہ وہ اُس کا مستحق نہیں ہوتا تو کیا خدا جو خوب جانتا ہے کہ کون کس سے نسبت دیئے جانے کے لائق ہے ایسا نہیں کرسکتا۔؟ آج وہ سیّد جو ہزاروں قسم کی بدیوں میں مبتلا ہیں اور لاکھوں گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور سینکڑوں قسم کی بدکاریاں صبح اور شام اُن سے سرزد ہوتی ہیں اور وہ جنکے اقوال ایک شریف آدمی کی زبان پر نہیں لائے جاسکتے۔اور جنکے افعال ایسے نہیں ہیں کہ نیکوں کی مجلس میں اُنکا ذکر بھی کیا جائے تو آل محمدؐ کہلانے کے مستحق ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی لڑکے کو اگر خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے اُنکا لڑکا قرار دیا اور اُسکے وجود کی اُنکو بشارت دی تو وہ ناجائز ٹھہرا۔کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا اِن سے بھی زیادہ محدود طاقتوں والا ہے۔؟ یا اُس کو نسبت دینے کا علم نہیں اور وہ اِس بارہ میں غلطی کر بیٹھا ہے۔؟ (نعوذ باللہ) آج سینکڑوں نہیں ہزاروں لیکچرار اپنی تقریریں میں زور زور سے چلا چلا کر کہتے ہیں کہ اے بنی آدم ایسا مت کر یا ایسا کرو مگر اُن سے کوئی نہیں پوچھتا کہ ہمارے باپ کا نام تو آدم نہ تھا پھر تم کیوں ہم کو اِس نام سے پکارتے ہو۔مگر حضرت صاحب کی نسل میں سے ایک بچہ کو اگر اُنکا لڑکا قرار دیا گیا تو کونسا اندھیر آگیا۔ کفیٰ ھٰذا کا اِلہام صاف ثابت کرتا ہے کہ بیٹے کے اِلہام آئندہ نسل کے کسی لڑکے کی نسبت ہیں اور پھر وہ اِلہام جس میں ہے کہ تیری اولاد تیرے نام سے مشہور ہوگی۔اِسکی اور بھی تائید کرتا ہے کہ آئندہ نسل کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا کہا جاسکتا ہے اور خدا تعالیٰ تو خوب جانتا ہے کہ کون اُنکا بیٹا ہونے کے لائق ہے اس لیے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کردے خبر دی جائے اور اُسکو حضرت صاحب کا بیٹا قرار دیا جائے تو کیا حرج ہے۔نبی کریمؐ نے بھی تو فرمایا ہے کہ اہلِ فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں سے ہے پس کیا اہلِ فارس خود حضرت فاطمہ کے لڑکے بن جاتے ہیں۔اور پھر اِس بات پر غور کرنا چاہیے کہ جیسے قرآن واحادیث میں کثرت سے یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے تو حضرت مسیح موعودؑ سے اگر خدا تعالیٰ نے اِس رنگ میں کلام کیا تو کیا حرج واقع ہوا مثلاً۔قرآن شریف میں یہودیوں کو بار بار بنی اسرائیل کے نام سے پکارا جاتا ہے حالانکہ اِسرائیل کو فوت ہوئے قریباً اڑھائی ہزار برس گذر گئے تھے اور یہودیوں کو پھر بھی خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نام سے پکارا ہے اگر یہ محاورہ عرب کا نہ ہوتا اور کتب اِلٰہیہ میں ایسا طریق نہ ہوتا تو اُس وقت کے یہودی جو بات بات پر اعتراض کرتے تھے فوراً بول اُٹھتے اور شور مچادیتے کہ دیکھو ایسا مت کہو ہم بنی اسرائیل نہیں۔اور اپنے والدین کا نام بتاتے کہ اُنکی اولاد سے ہیں اور پھر قرآن شریف میں حضرت اِبراہیمؑ کی نسبت آتا ہے کہ ووھبنالہ اسحٰق و یعقوب یعنی ہم نے حضرت اِبراہیمؑ کو اسحٰقؑ اور یعقوبؑ عطا کیے حالانکہ حضرت یعقوبؑ حضرت اِبراہیمؑ کے بیٹے نہ تھے بلکہ حضرت اِسحٰقؑ کے لڑکے تھے پس معلوم ہوا کہ خدا کے کلام میں ایسا آجاتا ہے اور اِس میں اِعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔‘‘

(رسالہ تشحیذ لاذہان ولیم۔۳ نمبر ۶۔۷ صفحات ۲۹۷ تا ۳۰۰۔مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

(۱۱) ’’غور کرو کہ قرآن شریف میں صاف آتا ہے وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ط ھُوَا جْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ ط ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (پارہ ۱۷۔سورۃ حج رکوع ۱۰) اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں خوب کوشش جس نے پسند کیا تم کو اور نہیں کی تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی وہ دین جو تمہارے باپ

اِبراہیمؑ کا ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ اب کیا اِن آیات سے یہ نکلتا ہے کہ ہر ایک مسلمان کے باپ کا نام اِبراہیم ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو حضرت اِبراہیمؑ کی طرز پر کام کرتا اور اُنکے بتائے ہوئے رستہ پر چلتا ہے اور اِسلام قبول کرتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایسا ہے جیسے اِبراہیمؑ کا بیٹا۔ ورنہ یہ بات تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی سینکڑوں قومیں ایسی ہیں جو اِسلام میں داخل ہیں مگر حضرت اِبراہیم کی نسل سے نہیں اور نہ اُنکی قوم کا حضرت اِبراہیم کے خاندان سے کوئی تعلق ہے پس جب خدا تعالیٰ نے ہر ایک اُس شخص کو جو مسلمان ہوتا ہے اور خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے حضرت اِبراہیمؑ کا بیٹا قرار دیا اور بیٹے کے لفظ کو اِس قدر وسیع کر دیا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کی بھی کوئی شرط نہ رکھی تو پھر اگر آج اُس خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں سے کسی کو اُنہیں کا بیٹا قرار دیا تو کیا حرج ہے جبکہ آج بیس کروڑ اِنسان جو مسلمان کہلاتے ہیں خواہ عرب کے رہنے والے ہوں یا شام کے۔ غرضیکہ ایران افغانستان ہندوستان چین جاپان کے علاوہ یورپ وامریکہ کے باشندے بھی حضرت اِبراہیمؑ کے بیٹے کہلا سکتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اُنکو ابراہیم کے بیٹے قرار دیتا ہے تو ایک شخص کو اگر حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا قرار دیا گیا تو کیا غضب ہوا۔ پھر حدیث دیکھتے ہیں تو اِس میں بھی بہت سے ایسے محاورات پاتے ہیں مثلاً معراج کی رات جب آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے حضرت اِبراہیمؑ کی نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں تو اُن کو اُنہوں نے جواب میں کہا هذا ابوك صالحاً یعنی یہ تیرا نیک باپ ہے، اور ایسا ہی حضرت آدمؑ کی نسبت فرمایا پس جب قرآن وحدیث سے یہ بات ثابت ہے تو پھر حضرت اقدسؑ پر کیوں اعتراض کیا جاتا ہے کہ اُنکو ایک لڑکے کا وعدہ تھا جو پورا نہ ہوا۔ خدا کے وعدے ٹلا نہیں کرتے اور وہ پورے ہو کر رہتے ہیں اِسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ اِن اِلہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ابن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور اِس میری بات کی تائید خود حضرت اقدسؑ کے اِس اِلہام سے بھی ہوتی ہے جو میں اوپر درج کر آیا ہوں یعنی کـفـیٰ هٰـذا۔ جسکے معنے یہ تھے کہ حضرت اقدسؑ کے ہاں اب نرینہ اولاد نہ ہوگی چنانچہ اُسکے بعد دولڑکیاں ہوئیں اور لڑکا کوئی نہیں ہوا۔ اور خود حضرت اقدسؑ کا بھی یہی خیال تھا کیونکہ اُنہوں نے بھی ایک اِلہام جس میں بیٹے کی بشارت تھی اپنے پوتے پر لگایا تھا ورنہ اگر اُنکو یہ خیال ہوتا کہ میرے ہی بیٹا ہوگا تو پوتے پر کیوں لگاتے۔ سمجھتے کہ آئندہ بیٹا ہوگا اور وہ اِلہام پورا ہو جائے گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ وہ اِلہامات کسی آئندہ نسل کے لڑکے کی نسبت تھے خواہ پوتا ہو یا پڑپوتا ہو یا کچھ مدت بعد ہو۔ ''(رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم۔۳ نمبر ۶۔ ۷ صفحات ۳۰۱ تا ۳۰۳۔ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

(۱۱۱) ''نبی کریم ﷺ نے ریل کی سواری کی خبر دی تھی جو آجکل آکر پوری ہوئی تو کیا بیچ کی بارہ صدیوں کے لوگ دین اِسلام کو ترک کر دیتے اور کفر اختیار کر لیتے کہ وہ نئی سواری کا وعدہ پورا نہیں ہوا۔ پس جب سب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور اُنہوں نے آئندہ زمانہ کی خبریں بھی دی ہیں تو اگر حضرت مسیح موعودؑ نے کچھ آئندہ کی خبریں دی اور بتایا کہ میری نسل میں سے ایک ایسا لڑکا ہوگا ہیبت اِس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اُس کی مدد کیلئے اُتر آیا تو کیا ہوا اِس سے تو اُنکی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اُس وقت کے لوگ اِس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزہ اُٹھائیں گے۔ آجکل کے لوگوں سے جو وعدے ہیں وہ اُن پر غور کریں اور اُن پر جو شکوک ہیں وہ بیان کریں اور توبہ استغفار ساتھ کرتے رہیں تا اُنہیں اصل حقیقت معلوم ہو اور خدا اپنے خاص فضل سے اُن پر سچائی کھول دے اور وہ صراطِ مستقیم دیکھ لیں تا کہ ہلاکت سے بچ جائیں۔ ورنہ جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں یہ بیٹے کی پیشگوئی تو کسی ایسے لڑکے کی نسبت ہے، جو آپکی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اُسکے ساتھ ہوگی۔ اور یہ بھی میں ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدسؑ کے اِلہامات میں ہی اِس قسم کے اِستعارہ نہیں ہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں قرآن وحدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے۔'' (رسالہ تشحیذ الاذہان ولیم۔۳ نمبر ۶۔ ۷ صفحہ ۳۰۵۔ مورخہ جون جولائی ۱۹۰۸ء)

تشحیذ الاذہان میں رقم فرمودہ بشیر الدین محمود احمد کے بیانات کے منطقی نتائج

قارئین کرام۔ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد مثیل مبارک احمد (مصلح موعود) کے متعلق نازل ہونے والے مبشر اِلہامات کے متعلق یہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے اُس وقت کے خیالات اور عقائد ہیں جب آپکی عمر صرف اُنیس (۱۹) سال تھی۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے مضمون میں حضورؑ کے اِلہامات کے متعلق بڑے تقویٰ کیساتھ سچی بات کہی ہے۔ رسالہ تشحیذ الاذہان میں شائع شدہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی اِس تحریر سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ خاکسار ذیل میں اِسکے متعلق کچھ عرض کرتا ہے:۔

(ا) جون۔ جولائی ۱۹۰۸ء میں مرزا بشیر الدین محمود احمد نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں اپنے مضمون میں بڑی صاف گوئی اور تقویٰ کیساتھ یہ فرما کر کہ ''اِن اِلہامات سے یہ مراد نہ تھی کہ خود حضرت اقدسؑ سے لڑکا ہوگا بلکہ یہ مطلب تھا کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص تیری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا تیرا ہی بیٹا ہوگا اور وہ علاوہ تیرے چار بیٹوں کے تیرا پانچواں بیٹا قرار دیا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ اِبن داؤد کہلاتے ہیں ایسا ہی وہ آپ کا بیٹا کہلائے گا'' واضح کیا تھا کہ زکی غلام (حلیم غلام یعنی مثیلِ مبارک احمد) سے متعلق مبشر کلام اِلٰہی جو حضورؑ پر آپکی وفات تک نازل ہوتا رہا، اِسکے مصداق نے کسی آئندہ زمانے میں پیدا ہونا ہے۔ بالفاظ دیگر اِس کا مطلب یہ تھا کہ حضورؑ کے ۱۹۰۸ء میں موجود لڑکے

(مرزا بشیرالدین محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد) مثیل مبارک احمد سے متعلق مبشر الہامات کے مصداق نہیں تھے۔

(۲) حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اِسی مثیل مبارک احمد کو جس کی بشارت ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء سے لے کر مورخہ ۶، ۷۔نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہی مصلح موعود قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اِس مثیل مبارک احمد کا مفصل ذکر ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں فرمایا ہے۔

(۳) مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اپنے مضمون میں آئندہ پیدا ہونے والے اِس عظیم الشان وجود کے متعلق یہ فرما کر کہ (i)''اس لیے اگر کسی عظیم الشان لڑکے کی نسبت جو دنیا میں ایک تبدیلی پیدا کردے خبر دی جائے'' (ii)''ہیبت اِس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اُس کی مدد کیلئے اُتر آیا'' (iii)''اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اُسکے ساتھ ہوگی'' دراصل اُسی زکی غلام مسیح الزماں کا ہی ذکر فرمایا ہے جس کی یہ صفات ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں موجود ہیں۔

(۴) مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اپنے مضمون میں سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۹ (وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ۔ (پارہ ۱۷۔سورۃ حج رکوع ۱۰) اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں خوب کوشش جس نے پسند کیا تم کو اور نہیں کی تمہارے لیے دین میں کوئی تنگی وہ دین جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔) کا حوالہ دیکر یہ بتایا ہے کہ روحانی یا مذہبی دنیا میں کسی عظیم الشان برگزیدہ بندے کا بیٹا ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی پیروکار اُس عظیم الشان برگزیدہ بندے کی صُلب میں سے ہی ہو۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ کو ہم سب مسلمانوں کا باپ قرار دیا ہے۔اِسی طرح آنحضرت ﷺ ہم سب مسلمانوں کے باپ ہیں اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ بھی اِسی طرح ہم سب احمدیوں کے باپ قرار پاتے ہیں۔

اور مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اپنے متذکرہ بالا مضمون میں جس عظیم الشان وجود اور جس زکی غلام اور مصلح موعود کا آئندہ زمانے میں پیدا ہونے کا ذکر فرمایا ہے اُسکے تولّد کو ہم متذکرہ بالا سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۹ کی روشنی میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جسمانی نسل تک محدود نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ اُسے حضورؑ کی ذریت یعنی جماعت میں سے مورخہ ۶۔۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد جب چاہے گا اور جہاں چاہے گا پیدا فرمادے گا اور وہ بقول مرزا بشیرالدین محمود احمد حضورؑ کا پانچواں بیٹا کہلائیگا۔وہ اِسی طرح حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا بیٹا کہلائے گا جس طرح آپؑ بذاتِ خود آنحضرت ﷺ کے عظیم الشان بیٹے کہلاتے ہیں۔

(۵) مرزا بشیرالدین محمود احمد نے اپنے اِس مضمون میں بار بار یہ بات کہی ہے کہ وہ آئندہ پیدا ہونیوالا عظیم الشان وجود یعنی زکی غلام حضرت بانئ سلسلہ کی نسل میں سے ہوگا۔مرزا محمود احمد کا ایسا کہنے کی غالبًا وجہ یہ تھی کہ حضورؑ نے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ کر اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا تھا کہ یہ میرا جسمانی لڑکا ہوگا۔اَمر واقع یہ ہے کہ حضورؑ کا ''زکی غلام'' کے متعلق اپنا جسمانی لڑکا خیال کرنا آپؑ کا محض اِجتہادی خیال تھا۔اور پھر اِسی اِجتہادی خیال کی بنا پر آپؑ نے درمیان میں پیدا ہونیوالے تینوں لڑکوں (بشیرالدین محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد۔اِنکے نام صرف بطور تفاؤل رکھے گئے تھے) کو چھوڑ کر اپنے جن دونوں لڑکوں (بشیر احمد اوّل اور مبارک احمد) اور پوتے (مرزا نصیر احمد ابن مرزا بشیرالدین محمود احمد بحوالہ حقیقۃ الوحی۔تصنیف ۱۹۰۶ء روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸) پر ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کو واضح طور پر چسپاں کیا تو نتیجتًا یہ دونوں لڑکے اور پوتا کم عمری میں ہی فوت ہوگئے۔

(۶) یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں حضورؑ کو دو مبشر وجودوں کا وعدہ عنایت فرمایا تھا۔مثلًا (۱) ایک وجیہہ اور پاک لڑکا (۲) ایک زکی غلام۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ''وجیہہ اور پاک لڑکے'' کے متعلق تو یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔'' لیکن زکی غلام (مصلح موعود) کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضورؑ سے کوئی ایسا وعدہ نہیں فرمایا۔بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کے دونوں لڑکوں (بشیر احمد اوّل اور مبارک احمد) اور پوتے (نصیر احمد) کو وفات دے کر حضورؑ پر اور آپکی جماعت پر یہ ظاہر فرمادیا کہ مثیل مبارک احمد نہ حضورؑ کا کوئی جسمانی لڑکا ہے اور نہ ہی وہ آپکا کوئی پوتا ہے اور نہ ہی اُس کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ آپؑ کی صلب میں سے پیدا ہو۔

(۷) مرزا محمود احمد نے اپنے متذکرہ بالا مضمون میں بار بار حضورؑ کے اِس اِجتہادی خیال کی بنا پر کہا ہے کہ مثیل مبارک احمد (زکی غلام) آپؑ کی نسل میں سے ہوگا۔مرزا محمود احمد ایک طرف تو اپنے مضمون میں یہ کہے جا رہے ہیں کہ ''نبی کریمؐ نے بھی تو فرمایا ہے کہ اہلِ فارس میں سے جو ایمان لائے وہ بنی فاطمہ میں سے ہے پس کیا اہل فارس خود حضرت فاطمہ کے لڑکے بن جاتے ہیں''، لیکن ساتھ ہی بار بار حضورؑ کی نسل کی بھی رَٹ لگائے جا رہے ہیں۔جب وہ جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ کے کہنے کے باوجود اہل فارس حضرت فاطمہؓ کی نسل میں سے نہیں بن سکتے۔یہ صرف بطور محاورہ ہے۔تو پھر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا اپنے موعود زکی غلام کے متعلق لڑکا کہہ دینا کیا بطور محاورہ نہیں ہوسکتا۔؟ میں یہاں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ نہ صرف یہ ''ہوسکتا ہے'' بلکہ ''ہو چکا'' ہے۔ایک طرف سورۃ الحج کی آیت نمبر ۷۹ کا حوالہ دیکر یہ فرما رہے ہیں کہ روحانی یا مذہبی دنیا میں کسی عظیم الشان برگزیدہ بندے کا بیٹا ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی پیروکار اُس عظیم الشان برگزیدہ بندے کی صُلب میں سے ہی ہو لیکن ساتھ ہی بار بار حضورؑ کی نسل کی بھی رَٹ لگائے جا رہے ہیں۔فَتَدَبَّرُوا اَيُّهَا الْعَاقِلُوْن۔

قارئین کرام۔مرزا بشیر الدین محمود احمد نے جون جولائی ۱۹۰۸ء میں اپنے مندرجہ بالا بیانات میں جو فرمایا تھا پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں یہی سچ تھا اور ہے۔ جناب انصر رضا صاحب سے درخواست ہے کہ درج بالا تشحیذ لا ذہان کے حوالہ جات سے متعلقہ اگر آپکے پاس کوئی ایسا سیاق وسباق اور کوئی ایسی تاریخی حقیقت ہے جو اس عاجز کے مذکورہ بالا منطقی نتائج کو جھٹلا دیں تو آپ میرے دعویٰ کو جھٹلانے کیلئے ایسا سیاق وسباق اور تاریخی حقیقت اب تک منظر عام پر کیوں نہیں لائے ؟؟؟ آپ اُٹھیں اور جلدی جلدی جماعت احمدیہ قادیان کی مدد کر کے اُن سے انعام پائیں۔قارئین کرام اور خاکسار آپکے مزعومہ سیاق وسباق اور تاریخی حقیقت کا انتظار کریں گے اور اگر آپ ایسا سیاق وسباق اور تاریخی حقیقت منظر عام پر نہ لائے تو یہ عاجز اپنے آقا (انوار الاسلام۔روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰) کی پیروی میں صرف اتنا کہے گا کہ لعنت الله علیٰ الکاذبین۔

سوال۔’’خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ حوالہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابتداء میں خود کے نبی اور رسول ہونے بلکہ مسیح ہونے کے دعویٰ کا بھی انکار کرتے تھے لیکن جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے صریح وحی کے ذریعہ بات کھول دی تو آپؑ کے لئے اپنا عقیدہ بدلنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔اس بات پر آج تک مخالفینِ احمدیت اعتراض کرتے ہیں۔سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی چونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثیل اور آپ کے خلیفہ ہیں اس لئے یہ سنّت آپؓ میں بھی پوری ہوئی۔ الحمدللہ! اب عبدالغفار جنبہ صاحب خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان کے اور غیر احمدیوں کے طرزِ عمل اور دلائل میں کیا فرق باقی رہا۔‘‘

الجواب۔واضح ہو کہ علیم وخبیر ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔چونکہ انبیاء بشر ہوتے ہیں لہٰذا اُنکا علم بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ اُنہیں عنایت فرماتا ہے۔حضرت بانئے جماعتؑ کی وحی اور اِلہام میں شروع سے ہی آپ کیلئے نبی اور رسول کے الفاظ تھے لیکن آپ ۱۹۰۱ء تک اِن الفاظ کی تاویل کر کے اپنے آپ کو محدث کہتے رہے اور اِسکی وجہ یہ تھی کہ ابتداء میں حضرت بانئے جماعتؑ کا آنحضرتﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں حیات مسیح ابن مریم کی طرح وہی عقیدہ تھا جو عام مسلمانوں میں رائج ہے یعنی کہ آنحضورﷺ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں اور اب آپکے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا وغیرہ۔بعدازاں جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر وفات مسیح ابن مریم کا انکشاف فرما کر حیات مسیح کے عقیدے سے آپکا رجوع کروادیا اسی طرح ۱۹۰۱ء میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر انکشاف فرمایا کہ آنحضرتﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد قطعاً ختم نبوت نہیں ہے بلکہ آنحضورﷺ کی پیروی اور غلامی میں اُمت محمدیہ میں نبی آسکتے ہیں۔اس انکشاف اِلٰہی کے بعد حضورؑ نے اپنے متعلق اُمتی نبی اور رسول ہونے کا بانگ دہل اعلان فرمادیا وغیرہ۔

(نوٹ۔اگر کسی لاہوری بھائی یا کسی مسلمان بھائی کو یہ اعتراض ہو کہ آنحضرتﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت بند ہو چکی ہے تو ایسے حضرات میرا مضمون نمبر ۳۹ ’’حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ کا مقام ومرتبہ‘‘ کا مطالعہ کر لیں۔اس وقت میں قادیانی گروپ سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی عالم یا غیر عالم جناب انصر رضا صاحب کے ایک جھوٹے اعتراض (اُنہوں نے لاعلمی کی وجہ سے اس عاجز پر لگایا ہے) کا جواب دے رہا ہوں جن کا میری طرح یہ پختہ عقیدہ ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد اُمتی نبوت کا تا قیامت سلسلہ جاری وساری ہے)

جہاں تک خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا تعلق ہے تو اس ضمن میں گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کے سلسلہ میں اپنے مبشر اِلہامات کے ذریعہ اپنے برگزیدے بندے حضرت مرزا غلام احمدؑ پر قطعی طور پر ظاہر فرمادیا تھا کہ اُن کا کوئی لڑکا بھی موعود زکی غلام (مصلح موعود) نہیں ہوگا (اس کی تفصیل خاکسار جناب انصر رضا صاحب کے نام دعوت الیٰ الحق کے سلسلہ میں لکھے گئے اپنے مفصل خط میں بیان کر چکا ہے) اور مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اس حقیقت کا ۱۹۰۸ء میں بخوبی علم تھا۔

اب سوال ہے کہ جب خلیفہ ثانی صاحب نے ۱۹۴۴ء میں دعویٰ مصلح موعود کیا تو کیا زکی غلام کے متعلق حضورؑ پر نازل ہونیوالا مبشر کلام اِلٰہی اور قرآن کریم میں نعوذ باللہ کوئی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔؟ ہرگز نہیں۔واضح رہے کہ قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات کا ۱۹۴۴ء میں بھی وہی فتویٰ اور فیصلہ تھا جو اِنکا ۱۹۰۸ء میں تھا یعنی حضرت بانئے جماعتؑ کا کوئی لڑکا مثیل مبارک احمد نہیں ہوسکتا۔مرزا بشیر الدین ۱۹۰۸ء میں تسلیم کرتے ہیں ہم زندہ بھائیوں میں سے کوئی بھی مثیل مبارک احمد (مصلح موعود) نہیں ہوسکتا۔اب سوال ہے کہ حضورؑ کا جو لڑکا ۱۹۰۸ء میں مثیل مبارک احمد نہیں ہوسکتا تھا وہ خلیفہ ثانی بن جانے کے بعد ۱۹۴۴ء میں مثیل مبارک احمد (مصلح موعود) کیسے بن گیا؟ یاد رکھیں کہ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کا ابتداء سے لے کر ۱۹۰۰ء تک اپنی نبوت سے انکار (اپنے اِلہامات کی تاویل کر کے اپنے آپ کو محدث قرار دیتے رہنا) عدم علم کی وجہ سے تھا لیکن خلیفہ ثانی صاحب کا ۱۹۰۸ء میں زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات کی روشنی میں اپنے آپ کو مثیل مبارک احمد (مصلح موعود) قرار نہ دینا اور پھر خلیفہ بن جانے اور لوگوں کے آپکے متعلق مصلح موعود ہونے کے دعاوی کرنے کے تیس (۳۰) سال بعد یعنی ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود یا باالفاظ دیگر مثیل مبارک احمد ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنا عدم علم کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اِسکی بنیاد جھوٹ اور کذب تھا۔پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کے عقیدہ بدلنے کا فعل اور نبوت کے معاملہ میں حضرت بانئے جماعتؑ کا عقیدہ بدلنے کا فعل دو مختلف افعال اور رویے ہیں۔ہم اِن دونوں افعال اور رویوں کو ایک جیسا قرار نہیں دے سکتے۔حضرت مرزا صاحبؑ کی نبوت کے معاملہ میں اپنے عقیدے میں تبدیلی عدم علم کی وجہ سے تھی لیکن مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں اُنکے عقیدے کی تبدیلی کی بنیاد جھوٹ اور کذب پر تھی۔قارئین کرام۔غیر احمدی حضرت مرزا صاحبؑ پر نبوت کے معاملہ میں عقیدہ بدلنے کا الزام لگاتے ہیں کیونکہ اُنکے عقیدے کے مطابق آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن یہ عاجز کہتا ہے کہ پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں مبشر

اِلہامات کی روشنی میں حضرت مرزا صاحبؑ کا کوئی بھی لڑکا پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آ سکتا۔ اگر انصر رضا صاحب اور جماعت احمدیہ قادیان حضرت مرزا صاحبؑ کو سچا مہدی و مسیح موعود اور اُمتی نبی مانتے ہیں اور اگر وہ اُنکے اِلہامات کی سچائی پر بھی پختہ ایمان رکھتے ہیں تو اِن مبشر اِلہامات کی روشنی میں نہ ۱۹۰۸ء میں حضورؑ کا کوئی لڑکا مصلح موعود ہوسکتا تھا اور نہ ہی ۱۹۴۴ء میں مصلح موعود ہوسکتا تھا اور نہ ہی حضورؑ کے لڑکوں کا پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آ نا کوئی احمدی تا قیامت ثابت کرسکتا ہے۔ لہٰذا عقائد میں تبدیلی کے سلسلہ میں دونوں (باپ اور بیٹے) کے افعال اور رویوں کو ہم کس طرح ایک جیسا قرار دے سکتے ہیں؟

خلیفہ ثانی صاحب نے حضورؑ کے موعود زکی غلام کا راستہ روکنے اور خلافت کے نام پر جماعت احمدیہ میں اپنے مذہبی اقتدار کو طول دینے اور دائمی بنانے کیلئے احمدیوں کی عقیدت سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ۱۹۴۴ء میں اپنے مصلح موعود ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے دراصل پیشگوئی مصلح موعود پر قبل از وقت قبضہ کیا تھا۔ جناب انصر رضا صاحب۔ پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں خلیفہ ثانی پر میرے اعتراض اور نبوت کے معاملہ میں غیر احمدیوں کے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر اعتراض کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ نبوت کے معاملہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے عقیدہ میں تبدیلی آپؑ کو نبوت کے بارے میں اِلٰہی علم حاصل ہونے کے بعد واقع ہوئی تھی لیکن پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں خلیفہ ثانی صاحب نے جھوٹ اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے عقیدہ میں تبدیلی کی تھی۔ لہٰذا آپ میرے اور غیر احمدیوں کے اعتراضات اور دلائل کو باہم کس طرح ملا سکتے ہیں؟؟؟ اتقوا اللہ۔ اگر کوئی بے علم احمدی ایسا اعتراض کرتا تو خاکسار خیال کرسکتا تھا کہ یہ اُسکی لاعلمی کا نتیجہ ہے لیکن آپ ایسے محقق اور واقف کار احمدی کی طرف سے ایسا اعتراض چہ معنی دارد؟؟؟

سوال۔ ''۱۹۴۴ میں دعویٰ مصلح موعود اور ۱۹۵۵ میں قاتلانہ حملہ کو جس طرح عبدالغفار جنبہ صاحب نے مفتری کی سزا بتائی ہے اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ ان کی منکرینِ احمدیت سے کس قدر مشابہت ہے۔ وہ بھی یہی شور مچاتے ہیں کہ مرزا صاحبؑ نے ۱۹۰۱ میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۹۰۸ میں فوت ہوگئے چنانچہ 23 برس کی مدت پوری ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے نعوذ باللہ آپؑ کو پکڑ لیا۔ حالانکہ مفتری کی سزا کسی خاص مقام کا جھوٹا دعویٰ کرنے پر نہیں بلکہ عمومی طور پر جھوٹا دعویٰ وحی والہام کرنے پر ملتی ہے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا دعویٰ الہام تو کئی دہائیاں پیشتر کا ہے۔ دیکھتے جایئے کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی مخالفت عبدالغفار صاحب کو کس طرح احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے کس طرح دور اور مخالفینِ احمدیت کے مشابہ بناتی جارہی ہے۔''

الجواب۔ سورۃ الحاقہ میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹے ملہم من اللہ کی سزا کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے جھوٹے اِلہامی دعویٰ کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ۲۳ سال کی طبعی زندگی نہیں پائے گا بلکہ ۲۳ سال سے پہلے قطع وتین کی قہری تجلّی اُس پر ضرور جلوہ گر ہوگی۔ اگر غیر احمدی حضرات حضرت بانئے جماعت علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں تو اُنکا اعتراض بے بنیاد اور غلط ہے کیونکہ سورۃ الحاقہ کی آیات میں دعویٰ نبوت کا ذکر نہیں بلکہ ماموریت کے کسی ایسے دعویٰ کا ذکر ہے جس کی بنا اِلہام اِلٰہی پر رکھی جاوے۔ چونکہ آپؑ پر آپکی ماموریت کے سلسلہ میں اِلہامات کا سلسلہ ۱۸۸۰ء سے بھی پہلے شروع ہو چکا تھا لہٰذا آپ اپنے اِلہامی دعویٰ کے بعد کم وبیش ۲۸ سال طبعی زندگی پا کر سورۃ الحاقہ کے مطابق اپنی سچائی کا ثبوت دے گئے ہیں۔ جیسا کہ خاکسار اپنی کتب اور مضامین میں ذکر کر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں حضورؑ کو ایک لڑکے اور ایک زکی غلام کی بشارات سے نوازا تھا۔ لڑکے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں وضاحت فرمادی تھی کہ ''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا'' لیکن زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ایسی کوئی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ کون اور کیا ہوگا۔؟ یہ موعود لڑکا حضورؑ کے گھر میں بطور بشیر احمد اوّل پیدا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے بشیر احمد اوّل کو وفات دے کر لڑکے سے متعلقہ ضمنی پیشگوئی کو آگے اُسکے مثیل یعنی بشیر ثانی (بشیرالدین محمود احمد) کی طرف منتقل کردیا۔ اور اب ظاہر ہے کہ حضورؑ کا جو لڑکا اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود میں لڑکے سے متعلقہ ضمنی پیشگوئی کا مصداق ہوگا اُسے یقیناً اِلہامات بھی ہونے تھے لہٰذا یہاں تنازعہ صرف اِلہامات کے ہونے کا نہیں ہے بلکہ ایک ایسے اِلہامی دعویٰ مصلح موعود کا ہے جس کے دائرہ بشارت میں حضورؑ کا کوئی بھی لڑکا نہیں آتا۔ اگر خلیفہ ثانی صاحب اپنا دعویٰ صرف موعود لڑکے تک محدود رکھتے اور احمدیوں کو اپنے اِلہامات بھی سناتے رہتے تو وہ کبھی بھی سورۃ الحاقہ میں مذکورہ قطع وتین کی زد میں نہ آتے۔ لیکن چونکہ اُنہوں نے ایک ایسا دعویٰ مصلح موعود کردیا جس کے نہ صرف وہ دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتے تھے بلکہ اوپر سے انہوں نے اپنے اس باطل اور فاسد دعویٰ مصلح موعود کی بنا بھی حلفاً اِلہام اِلٰہی پر رکھی۔ یہی وہ قطعی طور پر جھوٹا اِلہامی دعویٰ مصلح موعود تھا جس کی (سورۃ الحاقہ میں مذکورہ قطع وتین کی) سزا اُنہوں نے ۱۰۔ مارچ ۱۹۵۴ء میں مسجد مبارک میں اپنے باڈی گارڈز کی حفاظت میں پائی اور قرآنی وعید (فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ " سورۃ الحاقہ آیت نمبر ۴۸۔ اور اِس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اِسے درمیان میں حائل ہوکر (خدا کی پکڑ سے) بچا سکتا (تفسیر صغیر) کے مطابق کوئی بھی اُسے اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے بچا نہ سکا۔۔۔ فَاعْتَبِرُوا يَآأُولِي الْأَبْصَارِ

جناب انصر رضا صاحب۔ آپ خلیفہ ثانی صاحب کے جھوٹے اِلہامی دعویٰ مصلح موعود کو حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے سچے اُمتی نبوت کے دعویٰ کیساتھ کس طرح ملا سکتے ہیں؟ اور نبوت کے معاملہ میں حضرت مہدی ومسیح موعودؑ پر غیر احمدیوں کے بے بنیاد اور جھوٹے الزام کیساتھ خلیفہ ثانی پر اُسکے جھوٹے اِلہامی دعویٰ مصلح موعود کے سلسلہ میں میرے اعتراض کو کس طرح ملا سکتے ہیں۔؟؟؟ خلیفہ ثانی کے جھوٹے اِلہامی دعویٰ مصلح موعود کا پول کھلنے پر تم محمودیوں کی گھبراہٹ کا یہ حال ہے کہ اب تمہاری عقل بھی تمہارا ساتھ نہیں دے رہی اور تم

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے سچے موعود زکی غلام کو بدنام کرنے کیلئے بدحواسی میں عجیب وغریب بونگیاں مار رہے ہو۔ خاکسار آپ سے درخواست کرتا ہے کہ سچ کو قبول کر کے اس ذلت اور رسوائی سے بچنے میں ہی آپکی عافیت ہے۔

الہاماتِ مسیحؑ موعود کی خودساختہ تشریح۔ جنبہ صاحب کا معیارِ صداقت۔ سوال۔ ''عبدالغفار جنبہ صاحب نے لکھا ہے کہ متنازعہ دینی امر کے فیصلہ کے لئے قرآنِ کریم کے علاوہ ہمارے پاس ایک اور ذریعہ بھی ہے یعنی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات۔ بیشک ان دونوں سرچشموں میں کوئی اختلاف اور تناقض نہیں ہے لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جن الہامات میں روایتی عقیدہ سے ہٹ کر بات بیان کی گئی ہے، یعنی وفاتِ مسیحؑ اور مقامِ نبوّت و رسالت، ان الہامات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن شریف پر پیش کر کے ان کی صداقت پر کھتے ہیں اور اس وقت تک ان کا اعلان نہیں فرماتے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ عقیدہ کی جس تبدیلی کا اعلان ان الہامات میں کیا جا رہا ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں۔ لیکن امامِ زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور سنّت کے برعکس عبدالغفار جنبہ صاحب مجھے قرآنِ کریم کو چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی اپنی خودساختہ اور بے بنیاد تشریح کے مطابق فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں۔ اِنّاللّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُون!''

الجواب۔ واضح رہے کہ ہر دور میں صداقت کا معیار قرآن کریم ہی رہا ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گا اور ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کی حقیقت کو جاننے کیلئے بھی ہمیں اِسی معیار سے استفادہ کرنا ہوگا۔ خاکسار پہلے قرآن کریم کی چند آیات درج کرتا ہے جن سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ایک سنت کا پتہ ملتا ہے۔ وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی برگزیدہ بندے (نبی یا ولی) کو کسی بیٹے کی بشارت دیتا ہے تو بشارت کے وقت وہ مبشر (جس کی بشارت دی گئی ہو) اس دنیا میں موجود نہیں ہوتا بلکہ وہ وجود بشارت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ درج ذیل آیات میں بعض انبیاء کی مثالیں دیکر ہمیں اس حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے۔ اس ضمن میں خاکسار پہلے قرآن کریم کی آیات کے چھ (۶) حوالے درج کرتا ہے اور قارئین کرام سے درخواست کرے گا کہ وہ قرآن کریم کے متعلقہ حوالہ جات کو پڑھ کر خود پڑتال کر لیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءؑ کو بچوں کو بشارتیں دی تھیں تو بشارت کے وقت اُن انبیاءؑ کے گھروں میں یہ بچے موجود تھے یا کہ بشارت کے بعد پیدا ہوئے مثلاً ﴿(۱) (صافات۔۱۰۱ تا ۱۰۳) (۲) (ھود۔۷۲، ۷۳) (۳) (ذاریات۔۲۹ تا ۳۱) (۴) (الحجر۔۵۴ تا ۵۶) (۵) (مریم۔۸ تا ۱۰) (۶) (ال عمران۔۳۹ تا ۴۱)﴾

چونکہ محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو موسوی مریم علیہ السلام کی طرح ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں ایک زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی لہٰذا خاکسار یہاں قرآن کریم میں سے موسوی مریم علیہ السلام کو دیئے گئے زکی غلام سے متعلقہ اِلہامی بشارتیں درج کرتا ہے یہ دیکھنے کیلئے کہ آیا جب فرشتوں نے موسوی مریم علیہ السلام کو زکی غلام کی بشارت دی تھی تو کیا وہ موعود زکی غلام آپکی گود میں تھا یا آپکے گھر میں ایک نوجوان لڑکے کی صورت میں موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۷) ''اِذقَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ☆ وَ یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَ کَھْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ☆ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ط قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًافَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ☆'' (ال عمران۔۴۶، ۴۷، ۴۸) ترجمہ۔ (تفسیر صغیر) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلام کے ذریعہ سے بشارت دیتا ہے اُس (مُبَشَّر) کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا جو (اِس) دنیا اور آخرت میں صاحبِ منزلت ہوگا اور (خدا کے) مقربوں میں سے ہوگا۔ اور پنگھوڑے (یعنی چھوٹی عمر) میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر ہونے کی حالت میں (بھی) اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ اُس (یعنی حضرت مریم) نے کہا (کہ) اے میرے ربّ! میرے ہاں بچہ کس طرح ہوگا حالانکہ کسی بشر نے (بھی) مجھے نہیں چھُوا۔ فرمایا اللہ (کا کام) ایسا ہی (ہوتا) ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے (اور) جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اِسکے متعلق صرف یہ فرماتا ہے کہ تو وجود میں آجا۔ سو وہ وجود میں آجاتی ہے۔

(۸) ''قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا ☆ قَالَتْ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَکُ بَغِیًّا ☆ قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَۃً مِّنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا ☆'' (مریم۔۲۰، ۲۱، ۲۲) ترجمہ۔ (تفسیر صغیر) (فرشتہ نے) کہا۔ میں تو صرف تیرے ربّ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہوں تا کہ میں تجھے (وحی کے مطابق) ایک زکی (پاک اور نیک) غلام دوں۔ (مریم نے) کہا۔ میرے ہاں غلام کہاں سے ہوگا۔ حالانکہ اب تک مجھے کسی مرد نے نہیں چھُوا۔ اور میں کبھی بدکاری میں مبتلا نہیں ہوئی۔ (فرشتہ نے) کہا (بات) اِسی طرح ہے (جس طرح تو نے کہی، مگر) تیرے ربّ نے یہ کہا ہے، کہ یہ (کام) مجھ پر آسان ہے اور (ہم اِسلئے یہ غلام پیدا کریں گے) تا کہ اُسے لوگوں کیلئے ایک نشان بنائیں اور اپنی طرف سے رحمت (کا موجب بھی بنائیں) اور یہ (اَمر) ہماری تقدیر میں طے ہو چکا ہے۔

قرآن کریم کی مندرجہ بالا سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء کو جب فرشتوں نے اُنہیں غلاموں کی بشارتوں سے نوازا تھا تو اس وقت اِن انبیاء اور حضرت مریم علیہ السلام نے جواباً فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں غلام کیسے پیدا ہونگے؟ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مذکورہ انبیاء اور فرشتوں کے درمیان مکالموں کی روشنی میں اپنی ایک سنت کا اظہار فرمایا ہے کہ

جب میں اپنے کسی بندے کو کسی غلام کی بشارت دیتا ہوں تو بشارت کے وقت وہ مبشر دنیا میں موجود نہیں ہوتا بلکہ بشارت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ قارئین کرام کو یاد رہے کہ یہ درج بالا الہامی کلام میرا الہامی کلام نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کریم کی آیات ہیں جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی تھیں۔ اور جناب النصر رضا صاحب کسی بھی متنازعہ امر میں فیصلہ کیلئے قرآن کریم کو معیار مانتا ہے اور اُنکا یہ بیان شروع میں درج ہو چکا ہے۔ اور پھر قارئین کرام کو یہ بھی ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں اپنی سنت کے متعلق بھی فرما دیا ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ سُنَّةَ اللّٰہِ الَّتِیۡ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا (سورۃ فتح۔۲۴) اللہ کی اِس سنت کو یاد رکھو، جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور تو کبھی بھی اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اب آئیں اور ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں بشارت دیئے گئے زکی غلام جس کو حضورؑ نے مصلح موعود قرار دیا ہے کے متعلق نازل ہونیوالے مبشر کلام اِلٰہی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ مبشر کلام اِلٰہی ہمیں کیا خبر دے رہا ہے؟؟؟

غلام مسیح الزماں سے متعلق مبشر الہامات کا ترتیب وار نزول۔ اب خاکسار وہ سارا مبشر کلام اِلٰہی یہاں درج کرتا ہے جو حضورؑ پر زکی غلام کے سلسلہ میں نازل ہوا تھا۔

(۱) ''اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَسِیۡنٍ ''یعنی ہم تجھے ایک حسین غلام کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۹۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۰)

(۲) خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ) نے اپنے اِلہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا اُنہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اُسکی کتاب اور اُس کے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو اِنکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اِس کو مقدّس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اُس کیساتھ فضل ہے۔ جو اُسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظۡهَرُ الۡاَوَّلِ وَالۡاٰخِرِ۔ مَظۡهَرُ الۡحَقِّ وَالۡعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال اِلٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسُوح کیا۔ ہم اِس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَ کَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا۔'' (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اِشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(۳) ۱۸۹۴ء۔ " اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ "۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ ۲۱۴ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰ حاشیہ)

(۴) ۱۸۹۶ ۔" اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیۡمٍ۔ مَّظۡهَرِ الۡحَقِّ وَ الۡعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ۔" ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اُترا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳۸ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۲)

(۵) ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء۔" اِصۡبِرۡ مَلِیًّا سَاَهَبُ لَکَ غُلَامًا زَکِیًّا۔" یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (تذکرہ صفحہ ۲۷۷ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۶)

(۶) ۲۶۔ دسمبر ۱۹۰۵ء۔" اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّکَ۔ نَافِلَةً مِّنۡ عِنۡدِیۡ۔" ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (تذکرہ صفحہ ۵۰۰/ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱ مورخہ ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱)

(۷) مارچ ۱۹۰۶ء۔" اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّکَ۔" ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہوگا۔ (تذکرہ صفحہ ۵۱۹ بحوالہ الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۰، ۲۴ مارچ

۱۹۰۶ءصفحہ۱)

(۸)۱۹۰۶ء۔"اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مَّظْهَرِالْحَقِّ وَ الْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ ۔"ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جوحق اوراعلیٰ کامظہر ہوگا۔گویا آسمان سے خدا اُترے گا۔(تذکرہ صفحہ۵۵۴بحوالہ روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۹۸تا۹۹)

(۹)۱۶۔ستمبر۱۹۰۷ء۔"اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ۔"ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔(تذکرہ صفحہ۶۱۹بحوالہ الحکم جلد۱۱نمبر۳۳مورخہ۱۷۔ستمبر۱۹۰۷صفحہ۱)

(۱۰)اکتوبر ۱۹۰۷ء۔"(۵) اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ (۶) يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ ۔(۷)ساقیا آمدن عید مبارک بادت ۔"(تذکرہ صفحہ۶۲۲بحوالہ الحکم جلد۱۱نمبر۳۹مورخہ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۷ءصفحہ۱)ترجمہ۔ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جومبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔

(۱۱)۶/ ۷۔نومبر۱۹۰۷ء۔"سَاَهَبُ لَكَ غُلَامًازَكِيًّا۔رَبِّ هَبْ لِيْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۔اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ .....آمدن عید مبارک بادت۔عید تو ہے چاہے کرو یانہ کرو۔"(تذکرہ ۶۲۶بحوالہ الحکم جلد۱۱نمبر۴۰،۱۰۔نومبر۱۹۰۷ءصفحہ۳)ترجمہ۔میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحیٰی ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

قارئین کرام۔قرآن کریم میں بچوں کی پیدائش کے سلسلہ میں جواللہ تعالیٰ کی سنت وارد ہوچکی ہے اُسکی روشنی میں جب ہم حضرت مرزا صاحبؑ پر نازل ہونیوالے زکی غلام سے متعلق مبشر کلام اِلٰہی کو پرکھتے ہیں تو ہمیں پتہ ملتا ہے کہ موعود زکی غلام نے آخری بشارت یعنی ۶/ ۷۔نومبر۱۹۰۷ء کے بعد پیدا ہونا ہے۔اس مقررہ تاریخ(۶/ ۷۔نومبر۱۹۰۷ء) جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مبشر اِلہام میں تعین فرمادیا ہے سے پہلے موعود زکی غلام پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔جبکہ حضورؑ کے گھر میں صاحبزادہ مبارک احمد کی پیدائش(۱۴۔جون ۱۸۹۹ء)کے بعد نرینہ اولاد کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔آپ سب کو یہ بھی یاد رہے کہ وہ سنت اللہ جوقرآن کریم میں وارد ہوچکی ہے۔وہی اِمام اور مُہیمن ہے اور ممکن نہیں ہے کہ اس سنت اللہ سے ہٹ کر کوئی اِلہام کسی پر نازل ہو۔اِس ضمن میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

"یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہرایک الہام کیلئے وہ سنت اللہ بطور امام اور مُہیمن اور پیشرو کے ہے جوقرآن میں وارد ہوچکی ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی الہام اس سنت کوتوڑ کر ظہور میں آوے کیونکہ اس سے پاک نوشتوں کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔"(روحانی خزائن جلد۹صفحہ۹۱)

یہ بھی واضح رہے کہ حضورؑ کواپنے اِلہامی کلام پر اِسکے کلام اللہ ہونے کے ضمن میں اتنا ہی یقین تھا جتنا آپ کوقرآن کریم کی وحی کے بارے میں یقین تھا۔آپ علیہ السلام اپنی وحی کے متعلق فرماتے ہیں:۔"واِنْ كان الامر خلاف ذالك علىٰ فرض المحالِ فنبذنا كله من ايدينا كالمتاع الردّى و مادةِ السعال۔"(روحانی خزائن جلد۵،آئینہ کمالات اسلام صفحہ۲۱)اگر میری وحی قرآن کے خلاف ہوتو میں اسے تھوک کی طرح پھینک دوں۔

قارئین کرام۔اب زکی غلام سے متعلق مبشر اِلہامات قرآن کریم کی روشنی میں ہمیں بتارہے ہیں کہ حضرت بانئے جماعت علیہ السلام کا کوئی بھی لڑکا ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود(کی غلام مسیح الزماں)کے دائرہ بشارت میں نہیں آتا یا بالفاظ دیگر حضورؑ کا کوئی بھی لڑکا موعود زکی غلام یا مصلح موعود نہیں ہوسکتا۔واضح رہے کہ حضرت بانئے جماعت علیہ السلام کے اِلہامات کی یہ میری خودساختہ تشریح نہیں ہے بلکہ یہ تشریح وہ کلام اللہ(قرآن کریم)کررہا ہے جوآنحضرتﷺ پر نازل ہوا تھا۔اب آپ سب لوگ انصر رضا صاحب سے پوچھیں کہ وہ حقیقت کوتسلیم کرنے کی بجائے مجھ پر حضورؑ کے مبشر اِلہامات کی خودساختہ تشریح کے جھوٹے الزامات کیوں لگا رہا ہے؟ اس عاجز پر حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے اِلہامات کی خودساختہ تشریح کے ضمن میں انصر رضا کے جھوٹ کا پول کھولنے کیلئے سردست اتنا ہی کافی ہے۔

میثاق النبیین میں صرف رسول کی آمد کا ذکر ہے ہرقسم کے مصلح کا نہیں۔سوال۔"میثاق النبیین والی آیت سے عبدالغفار جنبہ صاحب نے قطعی طور پر غلط استنباط کیا ہے کہ اس سے مراد ہر قسم کا مصلح ہے۔اس آیت میں واضح طور پر رسول کے آنے کا ذکر ہے جواس کتاب اور حکمت کی تصدیق کرتا ہے جولوگوں کے پاس پہلے سے موجود ہوتی ہے۔کیا عبدالغفار جنبہ صاحب کا دعویٰ رسول اللہ ہونے کا ہے؟ اگرنہیں تو وہ ہرگز اس آیت کے مصداق نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ وہ اس قدرتِ ثانیہ کے مخالف ہیں جس کے ظہور کی خبر خود سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دی تھی بلکہ ان کی قائم کردہ جماعت کے اولین گروہ یعنی صحابہ کرامؓ کوغلطی خوردہ اور ایک خطرناک فعل کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔"

الجواب۔حضرت موسیٰ علیہ السلام،حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰﷺ سب نبی بھی تھے اور رسول بھی۔اِسی طرح ہمارے مسلمان بھائی اور لاہوری بھائی مانیں یا نہ مانیں لیکن جماعت احمدیہ قادیان حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کوضرور نبی اور رسول مانتی ہے۔جب پہلے انبیاء علیہم السلام کو میثاق النبیین کے مطابق اُنکے بعد آنیوالے رسولوں کی خبر دی گئی تھی تو پھر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نبیوں والے اس میثاق(covenant)سے علیحدہ کس طرح رہ سکتے تھے؟ آپؑ کوبھی آپکے بعد جس زکی غلام کی بشارت دی گئی تھی وہ بھی نہ صرف پہلے سے موجود کتاب اور حکمت کی تصدیق کرتا ہے بلکہ اِسی میثاق کے مطابق ایک رسول ہے۔آپ سب زکی غلام سے متعلقہ سارے مبشر کلام اِلٰہی کو پڑھیں تو

پھر آپکی آنکھیں کھل جائیں گی۔ خاکسار یہاں پر اپنے لاہوری بھائیوں (جو حضورؑ کو نبی اور رسول ماننے کی بجائے اُنہیں صرف محدث اور مجدد مانتے ہیں) سے کہتا ہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی آپ کیلئے بھی ایک لمحہ فکر یہ ہے؟؟ خاکسار انصر رضا کے اعتراض کے جواب میں گذارش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں موعود زکی غلام کو رسول کہہ کر بھی پکارا ہے۔ مورخہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانئے جماعت علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

(۱) ''صبح کے وقت اِلہام ہوا۔ اوّل خواب میں دیکھا کہ گویا میں بڑی مسجد (میں) ہوں۔ بشیر احمد میرا لڑکا میرے پاس ہے۔ وہ مشرق اور کچھ شمال کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے۔ اس طرف زلزلہ گیا ہے اور مجھے زلزلہ آنے سے پہلے اِلہام ہوا:۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ (میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہوں گا۔ ناقل) اور پھر اِلہام ہوا:۔ مَظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلٰی یعنی وہ ایسا اَمر ہوگا جس سے حق کھلے گا اور حق ظاہر ہوگا۔'' (تذکرہ صفحہ ۷۰۴۔ بحوالہ مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

انصر رضا صاحب۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اِلہام ہوا کہ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ ترجمہ۔ میں اپنے رسول کیساتھ کھڑا ہوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ اِلہاماً فرماتا ہے مَظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلٰی۔ آپ سے میرا سوال ہے کہ یہ اعلیٰ اور حق کا مظہر کون ہے؟ کیا یہ مَظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلٰی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بشارت دیا گیا زکی غلام نہیں ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اِسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْھَرُالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔''

انصر رضا صاحب۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ زکی غلام مَظْھَرُالْحَقِّ وَالْعَلٰی ہوتے ہوئے اُس کلام اِلٰہی کے مطابق جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر نازل ہوا تھا کیا اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہے۔؟؟؟؟

(۲) اسی طرح حضورؑ فرماتے ہیں۔ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا ؎ ''اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ۔ دیر آمدۂ زراہِ دور آمدۂ''

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۹۱۔۱۹۲ حاشیہ) اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقام قرب مجھے معلوم ہوگیا ہے۔ تو دیر سے آیا ہے (اور) دور کے راستہ سے آیا ہے۔

انصر رضا صاحب۔ خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں رسولوں کا فخر قرار دے رہا ہے کیا وہ خود رسول نہیں ہوگا۔؟؟؟؟ حضرت بانئے سلسلہ علیہ السلام اپنے رسالہ ''ضرورت الامام'' میں نبیوں، رسولوں، مجددین اور محدثین کے متعلق فرماتے ہیں۔

(۳) ''یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث، مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کیلئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات اُن کو دیئے گئے۔ وہ گو ولی ہوں یا ابدال ہوں۔ امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔'' (ضرورت الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۵)

انصر رضا صاحب۔ آپ مجھے بتائیں کہ آنحضرت ﷺ نے جس مسیح عیسیٰ ابن مریم کی اُمت کو بشارت دی ہوئی ہے اور اسی طرح ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں جس موعود زکی غلام کی اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو بشارت دی ہوئی ہے۔ وہ ایک ہی وجود ہے اور ایک اِلہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے اُسے عیسیٰ بھی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمدی مریم حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ ؎ زدرگاہِ خدا مردے بصد اعزاز می آید مبارک بادت اے مریم کہ عیسیٰ باز می آید

ترجمہ۔ خدا کی درگاہ سے ایک مرد بڑے اعزاز کیساتھ آتا ہے۔ اے مریم تجھے مبارک ہو کہ عیسیٰ دوبارہ آتا ہے۔ (تذکرہ صفحہ۔ ۶۸۴)

آنحضرت ﷺ کے مبارک اِرشاد کے مطابق اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے مطابق جب یہ موعود زکی غلام (مصلح موعود) مبعوث ہوگا تو کیا وہ امام الزماں نہیں ہوگا؟ اور جب وہ امام الزمان ہوگا تو پھر حضورؑ کے بقول کیا وہ نبیوں اور رسولوں کے وجود میں داخل نہیں؟؟؟ مزید برآں حضورؑ نے مجددین اور محدثین کے متعلق فرمایا ہے۔

(۴) ''اور اگر یہ کہا جائے کہ موسوی سلسلہ میں تو حمایت دین کیلئے نبی آتے رہے اور حضرت مسیح بھی نبی تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے نبیوں کا نام مرسل رکھا۔ ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ (البقرہ۔ ۸۸) آیا ہے اور یہ نہیں کہ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالْاَنْبِیَاءِ۔ پس یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں۔'' (شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۲۳)

انصر رضا صاحب۔ درج بالا اقتباس کا اگلا صفحہ بھی پڑھ لینا انشاء اللہ تعالیٰ سب حقیقت آپ پر ظاہر ہو جائے گی۔ مجھے اُمید ہے اب پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں آپکی تسلی ہو جانی چاہیے کہ آیا موعود زکی غلام رسول ہے یا کہ نہیں وغیرہ۔

امام اور جماعت کی اطاعت سے باہر قدم آگ میں۔ سوال۔ ’’نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ امام اور جماعت سے وابستگی اسلام سے وابستگی کا دوسرا نام ہے اور اس سے علیحدہ ہونے والا بلکہ ایک قدم بھی باہر رکھنے والا آگ میں قدم رکھتا ہے اور جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر کس و ناکس کو جماعت بنانے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت بنائی جاتی اور مریدین سے بیعت لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مامورین اس وقت تک قیام جماعت اور حصولِ بیعت کا التزام نہیں کرتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اذن نہ دے۔‘‘

الجواب۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک اِرشاد میں اماموں سے مراد خلفائے راشدین (چاروں خلفائے راشدینؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّلؓ) ہیں نہ کہ اپنے تنخواہ دار ملازمین کی مجلس انتخاب کے ذریعے نام نہاد انتخاب کا ڈھونگ رچا کر منتخب ہونیوالے محمودی خلیفے یا امام اور نامزد ہونیوالے اموی، عباسی اور عثمانی خلیفے یا امام۔ خلفائے راشدین کی اطاعت سے باہر نکلنے والا ضرور جاہلیت کی موت مرتا ہے لیکن ایسے خود ساختہ اور نام نہاد خلیفے جو لوگوں کو گمراہ کر بیٹھے ہوں اُنکی اطاعت کہاں لازم ہے؟ جماعت بنانے کے سلسلہ میں آپ اسلامی تعلیم اور حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کا حوالہ دے رہے ہیں اس ضمن میں کیا آپ نے حضورؑ کا کوئی حوالہ دیا ہے؟ اگر حوالہ نہیں دیا تو کیوں نہیں دیا؟ اپنے پاس سے جھوٹ بول بول کر حضورؑ کی طرف منسوب کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر موعود زکی غلام کے نزول سے پہلے حضورؑ کے لڑکے نے قبل از وقت جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کر کے نا صرف پیشگوئی مصلح موعود پر قبضہ کر لیا ہو بلکہ ایک غیر اسلامی اور جبری نظام کیساتھ احمدیوں کو اَسیر بھی بنا لیا ہو تو پھر کیا جب اپنے اپنے وقت پر اس یرغمال جماعت میں حضورؑ کا موعود زکی غلام آئے گا تو کیا قبضہ گروپ اُس کو برداشت کرے گا اور اُسکی آواز پر کان دھرے گا۔ ہرگز نہیں۔ وہ لازماً اُسکی آواز کو دبانے کیلئے اُسے جماعت احمدیہ سے باہر نکالیں گے۔ جس طرح ایک صدی قبل حضرت مرزا صاحب کے دلائل سے عاجز ہو کر مولویوں نے آپؑ کو دائرہ اسلام سے باہر نکالا تھا بعینہٖ موعود زکی غلام کو بھی حضورؑ کی طرح جماعت احمدیہ سے باہر نکال دیا جائے گا تو پھر وہ بیچارہ تھک کر اپنی آواز کو احمدیوں تک پہنچانے کیلئے ’’جماعت احمدیہ اصلاح پسند‘‘ نہ بنائے تو اور وہ کیا کرے؟ انصر رضا صاحب۔ آپ یہ تو فرما رہے ہیں بلکہ اپنے بیان کی تائید میں آنحضرت ﷺ کی احادیث کا حوالہ بھی دے رہے ہیں کہ ’’کہ امام اور جماعت سے وابستگی اسلام سے وابستگی کا دوسرا نام ہے اور اس سے علیحدہ ہونے والا بلکہ ایک قدم بھی باہر رکھنے والا آگ میں قدم رکھتا ہے اور جاہلیت کی موت مرتا ہے۔‘‘ انصر رضا صاحب سے گذارش ہے کہ وہ لوگوں کو یہ بھی بتائیں کہ ’’کیا آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہوا ہے کہ میری اُمت میں سے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ اور میرا اور میرے مہدی و مسیح موعود کا نام لے کر بیشک اِلٰہی جماعتوں پر مکاری اور فریب کیساتھ قبضہ کر لیں اور پھر جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کر کے اور لوگوں کو بیوقوف بنا کر خلافت کے نام پر اُن پر اپنی خاندانی حکومتیں بھی مسلط کر لیں تو یہ سب جائز ہوگا؟؟؟ اور میری اُمت کے لوگوں پر فرض ہوگا کہ وہ ایسے شیطانوں کی ضرور پیروی کریں اور اگر وہ ایسے مکار لوگوں کی پیروی نہیں کریں گے اور اُنکے شیطانی گروہوں سے الگ ہونگے تو وہ جاہلیت کی موت مریں گے؟؟؟‘‘۔ انصر رضا صاحب۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ نے بڑے واضح طور پر یہ فرمایا ہوا ہے۔

(۱) ’’الخلافة ثلاثون عاماً ثم يكون بعد ذلك الملك۔‘‘ (مسند احمد) یعنی ’’میرے بعد خلفاء کا سلسلہ تیس (۳۰) سال رہے گا اور اِس کے بعد ملوکیت قائم ہو جائے گی۔ (بحوالہ اِسلامی خلافت کا صحیح نظریّہ مؤلف مرزا البشیر احمد صفحہ ۳۱)

(۲) حضرت عبدالرحمان بن سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ’’ہر نبوت کے بعد خلافت ہوتی ہے۔ اور ہر خلافت کے بعد ملوکیت ہوتی ہے۔‘‘ (احمدیہ بلیٹن جرمنی بابت مئی ۲۰۰۵ء شمارہ نمبر: ۵ جلد نمبر: ۱۲ بحوالہ کنز العمال کتاب الفتن من قسم الافعال فصل فی متفرقات الفتن۔ جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۵ حدیث نمبر ۳۱۴۴۴)

اِس حدیث کا عربی متن اِس طرح ہے۔ ’’ما كانت نبوّة قطّ اِلّا تا بعتها خلافة و ما من خلا فةاِلّا تبعها مُلك۔‘‘ (اِبن عساکر) یعنی کوئی نبوت ایسی نہیں گذری جس کے بعد خلافت نہ آئی ہو۔ اور کوئی خلافت ایسی نہیں ہوئی جسکے بعد ملوکیت نہ آئی ہو۔‘‘ (بحوالہ اِسلامی خلافت کا صحیح نظریّہ مؤلف مرزا البشیر احمد صفحہ ۳۱)

انصر رضا صاحب سے گذارش ہے کہ وہ بتائیں کہ کیا قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کے مبارک اِرشادات کی روشنی میں ایسے بھٹکے ہوئے لوگوں کی جھوٹی امامت اور جھوٹی خلافت کی کوئی حیثیت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ آپ سے سوال ہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بشارت دیا گیا جب موعود زکی غلام (مصلح موعود) دنیا میں آئے گا تو کیا وہ مامور نہیں ہوگا اور جب وہ اپنی سچائی کے نور اور دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب جھوٹوں کا منہ بند کر دے گا تو پھر اُسکی سچائی کے اتنے بڑے ثبوت کے بعد احمدیوں کو اُسکی بیعت کرنے کیلئے آپ ایسے نام نہاد مولویوں اور نام نہاد اور بے علم خلیفوں سے پوچھنا ہوگا؟؟؟ ہرگز نہیں۔

سوال۔ ’’اب عبدالغفار جنبہ صاحب دلائل کے بغیر احمدیہ مسلم جماعت پر محض الزامات لگاتے ہوئے یہ دعوت دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت اور امام کو ترک کر کے اور ایک پیشگوئی کی باون خصوصیات میں سے محض ایک حصہ یعنی زکی غلام ہونے کے ان کے دعویٰ پر ایمان لایا جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت اور تعلیماتِ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام ذخیرہ کو ترک کر کے ان کی ایک ایسی بات پر ایمان لایا جائے جس کا نہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اذن ملا ہے اور نہ ہی انہیں ماموریت کا کوئی

واضح اور صریح الہام ہے۔''

الجواب۔اس عاجز نے آج تک جو کچھ عرض کیا ہے یا جو کچھ لکھا ہے وہ ہمیشہ دلیل کیساتھ کہا اور لکھا ہے۔اسکے ثبوت میں میرے مضامین اور میری کتب بھری پڑی ہیں۔میں ہر خاص و عام کو دعوت عام دیتا ہوں کہ آپ میری کتب اور مضامین پڑھ کر دیکھیں کہ اِن میں خاکسار نے جو کچھ لکھا ہے وہ دلائل کیساتھ لکھا ہے یا کہ بغیر دلائل لکھا ہے؟ اِسکے بعد انصر رضا صاحب کے اس جھوٹے الزام ''اب عبدالغفار جنبہ صاحب دلائل کے بغیر احمد یہ مسلم جماعت پر محض الزامات لگاتے ہوئے یہ دعوت دے رہے ہیں'' کی حقیقت آپ پر خود بخود ظاہر ہو جائیگی۔ ؎ اندھیرے لاکھ پھیلاؤ یہاں تم مگر سورج کو ہم ڈھلنے نہ دیں گے

قارئین کرام کو یاد رہے کہ جماعت احمد یہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے قائم فرمائی تھی۔حضورؑ کی جماعت آپؑ کے مقاصد کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات تک قائم رہی اور پھر اِسکے بعد احمدیت کے نام پر محمودیت کا آغاز ہو گیا جو آجتک جاری وساری ہے۔عام سادہ احمدی جو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں وہ اس حقیقت سے قطعی طور پر بے خبر ہیں کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے نام اور آپ کی جماعت احمدیہ کے نام پر اُن کیساتھ کیا کیا کھلواڑ ہوا ہے؟ وہ بیچارے آج تک حضورؑ اور آپ کی جماعت احمد یہ کے نام پر دھوکے پر دھوکہ کھاتے چلے آرہے ہیں۔شاید عام سادہ احمدی خیال کریں کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟؟ آپ سب کو یقین دلانے کیلئے کہ بعض اوقات ایسا ہوجاتا ہے کہ کسی جماعت یا ملک کے بانی کا نظریہ اور اُسکی جماعت یا ملک بنانے کی غرض وغایت تو کچھ اور ہوتی ہے لیکن اُسکی وفات کے بعد کچھ لوگ اُسکی جماعت یا اُسکے ملک وغیرہ کو اُسی کے نام پر بالکل مخالف سمت میں چلانا شروع کر دیتے ہیں اور یہ سب کچھ عوام کے جذبات کو بھڑکا کر اس مہارت اور کاریگری کیساتھ کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو پتہ تک بھی نہیں چلتا کہ ہمارے ساتھ جماعت یا ملک کے بانی کے نام پر کیا کیا کھلواڑ ہو رہا ہے؟ خاکسار آپ کو دنیائے سیاست سے ایک مثال دیتا ہے؟ واضح رہے کہ بانئے پاکستان جناب قائداعظم محمد علی جناحؒ مملکت خداداد پاکستان کی تخلیق کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے اپنی گیارہ (۱۱) اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"We are starting with the fundamental principle that we are all citizens and equal citizens of one state. You may belong to any religion or caste or creed---that has nothing to do with the business of the state.---I think we should keep that in front as our ideal and you will find that in course of time Hindues would cease to be Hindues and Muslims would cease to be Muslims,not in the religious sense because that is the personal faith of each individual,but in the political sense as citizens of the state."

(Constitutional Development in Pakistan by G.W.Choudhry p,45)

ترجمہ۔ہم اس بنیادی اصول کے ماتحت کام شروع کررہے ہیں کہ ہم ایک ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔تمہارا کسی بھی مذہب، یا قوم یا عقیدے کیساتھ تعلق ہو اس کا ریاست کے امور کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس اصول کو اپنا مطمع نظر بنالینا چاہیے اور پھر دیکھیں گے کہ ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ اُنکے مذہب مٹ جائیں گے کیونکہ مذہب کو ماننا ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے۔میرا مطلب سیاسی تمیز سے ہے۔وہ سب ایک قوم کے فرد ہوجائیں گے۔

انصر رضا صاحب۔مجھے بتائیں کہ آج جو پاکستان ہے کیا یہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا وہ پاکستان ہے جس کا تصور اُنہوں نے اپنی گیارہ (۱۱) اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر میں پیش کیا تھا؟ آپ شاید سیاسیات کے طالبعلم نہیں رہے ورنہ آپ کو علم ہوتا کہ قائداعظم کے مزعومہ پاکستان کو مولویوں کا پاکستان بنانے کا ڈرامہ تو پاکستان کی پہلی نیشنل اسمبلی کے پہلے اجلاس میں ہی شروع ہو گیا تھا۔کیا آپ کو علم ہے کہ افراد جماعت احمد یہ نے پاکستان کے بنانے کیلئے کتنی جانی، مالی اور عزتوں کی قربانیاں دی تھیں اور کن لوگوں نے پاکستان کے بننے کی شدید مخالفت کی تھی؟ جو مولوی جناب قائداعظم محمد علی جناحؒ کو کافراعظم اور پاکستان کو کافرستان کہتے تھے آج پاکستان اُنکا پاکستان ہے اور جنہوں نے پاکستان کیلئے اپنا سب کچھ گنوایا تھا آج وہ غیر مسلم قرار پا کر نہ صرف اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں بلکہ اچھوتوں سے بھی بدتر بنادیئے گئے ہیں۔انصر رضا صاحب۔خاکسار یہ جو کچھ بیان کررہا ہے کیا آپ اس حقیقت کا انکار کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔تو واضح رہے کہ اگر دنیائے سیاست میں کسی ملک کے بانی کے تصور کے برخلاف اُسکے ملک کیساتھ ایسا ہوسکتا ہے تو پھر دنیائے مذہب میں کسی جماعت کے بانی کی تعلیم کے سراسر برخلاف اُسکی جماعت کیساتھ ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟؟؟ پاکستان بننے کے بعد جو ہاتھ مولویوں نے مملکت خداداد پاکستان کیساتھ کیا پاکستان بننے سے بھی بہت پہلے وہی کام جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے جماعت احمد یہ کے اندر کر لیا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی رحلت کے بعد جماعت احمدیہ میں اختلاف رائے رکھنے والے اصحاب احمدؑ کیساتھ جو چالیں جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد نے چلیں تھیں۔اِنہیں چالوں کو دیکھ کر تو مولویوں کو عقل آئی تھی۔پاکستان بننے

کے بعد اُنہوں نے بھی فیصلہ کرلیا کہ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد اپنے مخالفوں کو جماعت احمدیہ سے نکال سکتا ہے۔ اُنکے اخراج اور مقاطعے کرسکتا ہے تو پھر ہم اکثریت کے بل بوتے پر احمدیوں کو اسلام سے خارج کر کے یہ دیرینہ قادیانی مسئلہ کیوں نہیں حل کر سکتے؟ انصر رضا صاحب۔ آج جماعت احمدیہ جس اذیت سے گزر رہی ہے ویسے یہ طریقے مولویوں کو ہمارے ہی سکھائے ہوئے ہیں۔

آپ کو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے اپنے بعد اپنے جانشین کے طور پر ۱۹۰۶ء کے آغاز میں ایک صدر انجمن احمدیہ قائم فرمائی تھی۔ یہ صدر انجمن احمدیہ دیگر اُمور کے علاوہ حضورؑ کے بعد آپکا جانشین منتخب کرنے کیلئے مجلس انتخاب (electoral college) بھی تھی۔ اس صدر انجمن احمدیہ کے ممبران حضورؑ نے بذات خود نامزد فرمائے تھے جن کے نام نامی اس طرح ہیں۔ (۱) مولانا مولوی نور الدین صاحب۔ صدر (۲) مولوی محمد علی صاحب۔ سیکرٹری (۳) خواجہ کمال الدین صاحب۔ مشیر قانونی (۴) مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی (۵) صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (۶) نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیر کوٹلہ (۷) سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب۔ مدراس (۸) مولوی غلام حسن خاں صاحب رجسٹرار پشاور (۹) میر حامد شاہ صاحب۔ سیالکوٹ (۱۰) شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر مالک انگلش ویر ہوس لاہور (۱۱) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ لاہور (۱۲) ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ لاہور (۱۳) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ لاہور (۱۴) ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اسٹنٹ سرجن (بحوالہ۔ مجدد اعظم جلد ۲ صفحہ ۱۰۷۰)

حضرت امام آخرالزماں علیہ السلام اپنی قائم کردہ صدر انجمن احمدیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ''میری رائے تو یہی ہے کہ جس اُمر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیے اور کثرتِ رائے اِس میں ہو جائے تو وہی رائے صحیح سمجھنا چاہیے۔ اور وہی قطعی ہونا چاہیے۔ لیکن اِس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میری ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا اُمر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اِس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک اُمر میں صرف انجمن کا اِجتہاد ہی کافی ہوگا۔'' (مرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بحوالہ حقیقت اِختلاف مؤلف مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۶۷)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو اپنے خطبہ عید الفطر میں حضرت بانئے سلسلہ احمدیہؑ کے تصنیف کردہ ''رسالہ الوصیت'' کی حقیقت پر یوں اظہار خیال فرمایا:۔

''حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اُس کا معاملہ تو خُدا کے سپرد کر دیا اور اُدھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بہیئت (بحیثیت۔ ناقل) مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر اِن چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اِس طرح تمہیں اِکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنیوالا ہے وہ خُدا کا مخالف ہے۔ چنانچہ فرمایا وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا (النساء:۱۱۶)۔ میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور انکی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کیلئے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی رائے سے، اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا ہزار لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔ تو کیا خدا تعالیٰ ساری قوم کا بیڑا غرق کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس تم کان کھول کر سنو۔ اگر اب اِس معاہدہ کے خلاف کرو گے تو فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ (التوبہ:۷۷) کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا؟ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔'' (خطبات نور۔ صفحہ ۴۱۹)

انصر رضا صاحب۔ حضرت بانئے جماعتؑ نے بھی اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بھی اپنے الفاظ میں ''صدر انجمن احمدیہ'' کو بڑے واضح الفاظ میں خلیفہ کے چناؤ کیلئے ''مجلس اِنتخاب'' قرار دیا ہے۔ اب بعد ازاں جماعت احمدیہ قائم تھی اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بھی موجود تھے۔ تبلیغ اسلام کیلئے جماعتی علماء کے علاوہ حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ کے جاری کردہ دو اخبارات (الحکم اور البدر) اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز (Review of Religions) بھی موجود تھے۔ علاوہ ازیں اَعلائے کلمۂ اسلام، اشاعت توحید اور خلیفہ کے چناؤ کیلئے حضورؑ نے ''صدر انجمن احمدیہ'' کے نام سے ایک مقتدر ادارہ بھی قائم فرما دیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوتے ہوئے خلافت اولیٰ کے دور میں ہی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی قائم کردہ '' صدر انجمن احمدیہ'' کے بالمقابل مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو اوائل ۱۹۱۱ء میں جماعت احمدیہ میں ایک ''انجمن اَنصار اللہ'' بنانے کی ضرورت کیوں پڑی؟؟ بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی وفات کے موقعہ پر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد نے نہ صرف حضورؑ کی صدر انجمن احمدیہ کو رڈ (reject) کرتے ہوئے بلکہ جماعت احمدیہ کو دولخت کرتے ہوئے اپنی خود ساختہ ''انجمن انصار اللہ'' کے ذریعہ بطور خلیفہ ثانی اپنا انتخاب کروایا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انجمن اَنصار اللہ کا قیام جماعت احمدیہ میں دراصل احمدیت کے لَبادے میں محمودیت کا آغاز نہیں تھا؟؟ یہ بھی واضح رہے کہ مرزا محمود احمد کیلئے خلیفہ ثانی بننا اس لیے بھی ضروری تھا کیونکہ اُن کا اگلا نشانہ پیشگوئی مصلح موعود تھی اور پھر

خلیفہ ثانی بنتے ہی تحریر وتقریر میں آپ کے متعلق مصلح موعود اور قدرت ثانیہ کا مظہر کی اصطلاحوں کا استعمال ہونا شروع ہو گیا تھا۔انصر رضا صاحب۔اگر آپ میں تقویٰ اور انصاف ہے۔اگر آپ کو اپنی موت یاد ہے تو مجھے بتائیں کہ موجود جماعت احمدیہ کیا احمدیت ہے یا کہ محمودیت؟؟؟ ۔ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

پیشگوئی کی باون (۵۲) خصوصیات۔ جہاں تک پیشگوئی مصلح موعود میں موعود زکی غلام کی خصوصیات کا تعلق ہے تو خلیفہ ثانی صاحب نے مورخہ ۲۰۔فروری ۱۹۴۴ء بمقام ہوشیار پور اپنی تقریر میں آنیوالے موعود کی اُٹھاون (۵۸) علامات بیان فرمائی تھیں۔(انوار العلوم جلد ۱۷ صفحات ۱۶۴۔۱۶۷) لیکن اُنہوں نے ہی مورخہ ۲۸۔دسمبر ۱۹۴۴ء بر موقع جلسہ سالانہ قادیان اپنی تقریر میں اسی آنیوالے کی باون (۵۲) علامات بیان فرمائی ہیں۔(ایضاً صفحات ۵۶۲۔۵۶۵) آنیوالے کی علامات کبھی اُٹھاون (۵۸) اور کبھی باون (۵۲)۔ انصر رضا صاحب! علامات کے سلسلہ میں خلیفہ ثانی صاحب کے اپنے بیانات میں یہ تضاد کیوں تھا؟ کیا یہ سب اُس انسان کی فریب کاریاں اور تماشے نہیں تھے جو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں ہی نہیں آتا تھا؟ اصل حقیقت کیا ہے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر نازل ہوئی تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی میں زکی غلام یا مصلح موعود کے متعلق اُٹھاون (۵۸) یا باون (۵۲) نشانیوں کا ذکر فرمایا ہوتا تو اِن نشانیوں کا سب سے پہلے علم ملہم (حضرت مہدی و مسیح موعود) کو ہونا چاہیے تھا نہ کہ کسی اور کو۔انصر رضا صاحب! کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضورؑ نے جن پر یہ پیشگوئی اِلہام ہوئی تھی اُنہوں نے اپنی کسی تحریر میں (خلیفہ ثانی کی بیان فرمودہ) اُٹھاون (۵۸) یا باون (۵۲) نشانیوں کا کہیں ذکر فرمایا تھا؟ ہرگز نہیں۔آپ عقل سے کام لیں اور یہ یاد رکھیں کہ اس اِلہامی پیشگوئی میں زکی غلام کی اُٹھاون (۵۸) یا باون (۵۲) نشانیوں کا ہرگز ذکر نہیں ہے۔یہ خلیفہ ثانی صاحب کا ایک ڈرامہ تھا۔اور اُنہوں نے ۲۸۔دسمبر ۱۹۴۴ء کو اپنی تقریر (الموعود) میں اِن باون (۵۲) نشانیوں کا ڈرامہ رچا کر افرادِ جماعت کو بیوقوف بنانے اور مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی اور افرادِ جماعت اپنی لاعلمی اور بے جا عقیدت کی وجہ سے مرعوب ہو بھی گئے تھے۔عزیز من۔اِلہامی پیشگوئی میں زکی غلام کی باون (۵۲) علامتوں کی بجائے دراصل اُسکی مرکزی علامات درج ذیل ہیں مثلاً۔''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ ''درج بالا ان مرکزی علامتوں میں بھی اُسکی قطعی اور خاص علامت اُس کا مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ ہونا ہے۔

انصر رضا صاحب۔باقی قادیانی گروپ جو جماعت احمدیہ کے لبادے میں محمودیت ہے اس میں کہاں قرآن وسنت اور کہاں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی پاکیزہ تعلیمات کا ذخیرہ؟ محمودیت ایک مذہبی مافیا ہے جس کی تشکیل کا مقصد ایک تو جھوٹا دعویٰ کر کے پیشگوئی مصلح موعود پر قبضہ کرنا تھا اور دوسرا احمدیوں کو بیوقوف بنا کر خلافت کے نام پر اپنی خاندانی سلطنت کو دائمی بنانا تھا۔باقی آپکا یہ اعتراض کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو مصلح موعود بنائے جانے کا کوئی واضح اور صریح الہام نہیں فرمایا ہے تو اسکی تفصیل تھوڑا آگے جا کر لکھوں گا جس سے آپ ایسے انسانوں کے متعلق خاکسار کچھ کہہ نہیں سکتا لیکن متقی اور سلیم الفطرت احمدیوں کی تشفی ضرور ہو جائے گی۔

ملکی قوانین کی پابندی اور جماعتی نظام جبر واذیّت؟ سوال۔''جماعت میں جس "عظیم فتنہ وفساد" برپا ہونے کی عبدالغفار جنبہ صاحب خبر سنا رہے ہیں وہ نظام سے متنفر معدودے چندلوگوں کے دلوں میں یا بالفاظِ دیگر چائے کی پیالی میں طوفان تو ہو سکتا ہے لیکن الحمدللہ جماعت کی عظیم اور بھاری اکثریت میں اس کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔''

الجواب۔کسی نظریہ کی سچائی یا کسی نظام کے نیک یا بد ہونے کا فیصلہ اکثریت یا اقلیت کی روشنی میں کرنے کی بجائے دلیل کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔تعداد کی بجائے دلیل ہی سچ اور جھوٹ کا معیار ہے۔اس ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔"(الانفال=۴۳) تاکہ وہ جو دلیل کے ذریعہ سے ہلاک ہو چکا ہے ہلاک ہو جائے اور جو دلیل کے ذریعہ سے زندہ ہو چکا ہے زندہ ہو جائے۔اور اللہ یقیناً بہت سننے والا، بہت جاننے والا ہے۔

مزید برآں آپکے تسلیم شدہ معیار یعنی قرآن کریم کے مطابق ہر دور میں سچائی کے ماننے والے اور نیک نظاموں کی اطاعت کا جوا اُٹھانے والے ہمیشہ اقلیت ہی میں تھے۔اللہ تعالیٰ اس ضمن میں فرماتا ہے۔(۱) فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ (بقرہ۔۸۹) پس وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔(۲) بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (بقرہ۔۱۰۱) بلکہ اُن میں سے اکثر ایمان کے قریب بھی نہیں پھٹکتے (۳) وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِيْنَ (شعراء۔۹) مگر ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے۔

انصر رضا صاحب۔آپ جماعت کی جس (عظیم اور بھاری) اکثریت کی بات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ایسی عظیم اور بھاری اکثریتوں کو بے ایمان اور گمراہ قرار دے رہا ہے اور آپ ایسی گمراہ اکثریت پر ناز کر رہے ہیں۔۱۹۷۴ء میں پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں نے اپنی پارلیمنٹ کے ذریعہ قادیانیوں اور لاہوریوں کے غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔یہ فیصلہ اگرچہ اکثریت کا اقلیت کے متعلق تھا لیکن اسکے باوجود غلط تھا کیونکہ اکثریت کا فیصلہ اکثریت کی بنا پر تھا نہ کہ دلیل کی بنا پر۔دلیل اقلیت کے پاس تھی اور ہے۔کیا آپ مسلمانوں کی اس عظیم اور بھاری اکثریت کے فیصلے کو درست مانیں گے اور قبول کریں گے؟ ہرگز نہیں۔اگر کوئی مسلمان آپ کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کے فیصلے کے خلاف آپکے احتجاج کو چائے کی پیالی میں طوفان قرار دیتے ہوئے کہے کہ الحمدللہ عالم اسلام کی عظیم اور بھاری اکثریت اس فیصلہ پر خوش اور متفق ہے تو کیا آپ عالم اسلام کی عظیم اور بھاری

اکثریت کواس معاملہ میں حق بجانب سمجھیں گے اور اگر نہیں تو پھر ایک جبری نظام کے حوالہ سے مظلوم اور مقید احمدیوں کی اکثریت کی خاموشی کی بھی آپ کو سمجھ آجانی چاہیے۔؟؟؟

سوال۔''دلچسپ بات یہ ہے کہ عبدالغفار جنبہ صاحب جماعتی نظام کو جبری نظام کی اذیت بھی گردانتے ہیں اور اس سے اخراج اور مقاطعہ کو سزا بھی کہہ رہے ہیں۔اگر یہ نظام اتنا ہی برا ہے تو اس سے نکلنا تو آپ لوگوں کیلئے باعثِ رحمت ہونا چاہئے نہ کہ سزا۔پھر آپ جیسے لوگوں کو اس سے نکالا جاتا ہے تو اس پر شکایت کیسی؟''

الجواب۔انصر رضا صاحب۔واضح رہے کہ آپ انتیس سال پہلے احمدی ہوئے تھے۔آپ کو علم نہیں کہ ہمارے خلیفوں نے ربوہ میں ایک ریاست کے اندر ریاست بنا رکھی تھی۔ربوہ کو ایک پرائیویٹ شہر بنایا ہوا تھا جہاں صرف محمودی نظام کے تحت (نہ کہ اسلام کے تحت) احمدیوں کو اپنی زندگی گزارنی پڑتی تھی۔اپنے اختلافی نقطۂ نظر کی وجہ سے احمدیوں کو بڑے بڑے دکھ سہنے پڑتے تھے۔پاکستان کی عوام نے بذریعہ ایک حکومتی قانون آپ کو نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج کر دیا بلکہ ربوہ کو بھی ایک کھلا شہر قرار دیدیا۔میرا آپ سے سوال ہے کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے ۷۔ستمبر ۱۹۷۴ء کے پاس کردہ قانون کو آپ احمدیوں کیلئے اذیت، سزا اور ظلم کیوں گردانتے ہیں؟ اگر یہ لوگ اتنے برے اور یہ ملک اتنا برا تھا تو پھر ایک قانون کے ذریعے اِن لوگوں نے آپ کو الگ کر دیا ہے اور اس طرح یہ قانون آپ لوگوں کیلئے تو ایک رحمت ہونا چاہیے کیونکہ آپ اس قانون کے ذریعہ سے غلط لوگوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔لیکن سینتیس (۳۷) سال گزرنے کے بعد بھی آپ اس قانون کو (جو ایک طرح سے آپکے فامولے کے مطابق ہمارے لیے باعث رحمت تھا) برا بھلا کہنے اور اِسکے بارے میں شکوہ شکایت کرنے سے باز نہیں آتے۔آپ کو تو پھر شکر کرنا چاہیے کہ آپ غلط لوگوں سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔آپ میں سے فہمیدہ احمدی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپکی بدعملیوں کی وجہ سے یہ ایسی ہی سزا دی ہے جیسی اللہ تعالیٰ آپ سے دو ہزار سال پہلے یہودیوں کو بھی سزا دے چکا ہے۔یہ سزا اُنہیں اس لیے دی گئی تھی کہ وہ بھی آپکی طرح نہ صرف موسوی سلسلہ کے مجددوں (انبیاء و رسل) کے قاتل اور مخالف تھے بلکہ اُنکے دل بھی آپکی طرح سخت (ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم۔بقرہ۔۷۵) ہو چکے تھے۔

جہاں تک آپکے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ یہ عاجز آپکے جماعتی نظام کا ناقد ہے تو اس ضمن میں گذارش ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دین (اسلام) میں مسلمانوں نے مرورِ زمانہ کیساتھ جو خرابیاں پیدا کر لی تھیں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اِن خرابیوں کو دُور کرنا تھا۔آپؑ نے نہ مسلمانوں سے اپنے عقائد کو جبراً منوایا تھا اور نہ ہی کبھی جبر کی تعلیم دی تھی۔آپؑ نے اپنے عقائد دلائل کیساتھ پیش کیے تھے۔جس نے بھی آپکے دعاوی کو قبول کیا آپؑ کو سچا سمجھ کر اپنی خوشی سے قبول کیا تھا۔موجود قادیانی جماعت (جو احمدیت کے لبادے میں محمودیت ہے) کے عقائد اور اسکے جبری نظام کا حضرت بانئ سلسلہؑ کی تعلیم سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ حضورؑ کی مجلس انتخاب (صدر انجمن احمدیہ) کو ردّ کرتے ہوئے اپنی بنائی ہوئی انجمن انصار اللہ کے ذریعے اپنا انتخاب کروا کر خلیفہ ثانی بن بیٹھتے اور پھر حضورؑ کے پیروکاروں پر ایک جبری نظام (جس کا قرآن کریم اور حضرت بانئ سلسلہ کی تعلیم سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے) مسلط کر کے احمدیوں کو اپنا غلام بنا لیتے۔جو بھی انسان (خواہ وہ حضورؑ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو) جماعت احمدیہ کی قیادت پر قبضہ کرنے کیلئے حضورؑ کی صدر انجمن احمدیہ کو ردّ کرتا ہے کیا اُس کا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی تعلیم اور افکار سے کوئی تعلق اور واسطہ ہوسکتا ہے؟ جواباً عرض ہے کہ ہرگز نہیں۔آپ لوگوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا نام لے کر حقیقی اسلام کے نام پر سادہ احمدیوں کو گمراہ کیا ہوا ہے۔

خاکسار کی تنقید آپ پر اور آپکے نظام پر اس لیے ہے کہ آپ نہ صرف جھوٹ بولتے ہیں بلکہ آپکے قول و فعل میں بھی مکمل تضاد ہے۔مثلاً خلیفہ رابع صاحب فرماتے ہیں۔

''ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے۔کوئی حق نہیں ہے کسی کا کہ کسی کی سوچ پر اور اُسکے ایمان پر، اُس کے نظریات پر کسی قسم کی قدغن لگائے اور جبراً اُن کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔یہ جو اعلان ہے یہ اسلام کے لیے نہیں ہے بڑی جہالت ہے اگر اِسے یہ سمجھا جائے کہ صرف اسلام کی خاطر ہے۔یہ تو آزادی ضمیر کا جہاد ہے، شرف انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کے نظریات کو اور اُس کے خیالات کو، اُس کی سوچوں کو تبدیل کرے زبردستی یا اُس پر جبر کے تالے لگا دے اور اُس کو اِن سوچوں کے اظہار کا حق نہ ہو۔تو یہ دوسرا جہاد کا پہلو یہ تھا۔آپ نے یہ فرمایا اور قرآن کریم اس مضمون کو کثرت سے بیان کرتا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ انسان کو خود اپنی سوچوں میں آزادی نصیب ہے بلکہ اس کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ جو وہ سوچتا ہے، جو وہ دیکھتا ہے، جو وہ سمجھتا ہے اُسے دوسروں سے بیان کرے اور اس کا نام بلاغ ہے پہنچانا۔جب وہ بیان کر دے تو پھر لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔بیان کرنا مبین طریق پر، کھول کھول کر یہ تو فرض ہے ہر انسان کا، اس کا حق ہے لیکن جبر کو اس میں دخل نہیں ہوگا۔کسی قسم کے جبر کی اجازت نہیں ہوگی۔چوتھا پہلو اس جہاد کا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اِسکے نتیجے میں بات مان لے اور اپنے خیالات تبدیل کر دے تو ہرگز کسی دوسرے کا حق یہ نہیں ہے کہ وہ زبردستی اس کو اس تبدیلی خیال سے روکے اور کہے کہ ہرگز ہم تمہیں اپنا خیال تبدیل نہیں کرنے دیں گے اور اُسکے نتیجے میں خیال تبدیل کروانے والے کو سزائیں دیں اور اُسکو بھی مارے اور اُسکی مخالفت بھی جسمانی طور پر کرے، ہر قسم کی تعزیری کارروائی اُسکے خلاف کرے۔۔۔۔۔ہر ایسے شخص کے مقابل پر حضرت محمد مصطفی ﷺ کا جہاد کھڑا ہو جائے گا آزادی ضمیر کے نام پر جو آپ نے جہاد کیا۔اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکی تائید کرے جس نے واقعتاً دلائل کے نتیجے میں اپنا مذہب تبدیل کیا ہے، اپنے خیالات تبدیل کئے ہیں اور ہر ایسی جبر کی کوشش کا مقابلہ کرے جو ان بنیادی انسانی حقوق میں مداخلت کرے۔''(خلیفہ رابع۔خطبہ جمعہ۔۵ دسمبر ۱۹۸۶ء)

انصر رضا صاحب۔ آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم کا حوالہ دے کر آپکے خلفاء اور دیگر ارباب واختیار آزادی ضمیر کا حق تمام دنیا سے اپنے لیے مانگتے ہیں۔ اپنی مظلومی کی دہائی دیتے ہیں لیکن کیا آپکے نام نہاد خلیفے اپنی جماعت میں بھی یہ انسانی بنیادی حق کسی احمدی کو دینے کیلئے تیار ہیں؟ اگر نہیں تو پھر کیوں نہیں؟ آپکے خلفاء کے قول وفعل میں کتنا تضاد ہے۔ نکلے ہیں دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے کیلئے جبکہ اپنے گھر میں حقیقی اسلام کے نام پر ہر احمدی کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ اِناللہ واِنا اِلیہ راجعون۔ آپکے نظام پر اس عاجز کی تنقید کی یہ وجوہات ہیں۔ نہ مجھے اور نہ ہی میرے کسی ساتھی کو آپکے (اسلام کے نام پر جاری) جبری نظام میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی خواہش۔ فَتَدَبَّرُوْا اَیُّھَا الْعَاقِلُوْن۔

سوال۔ ''عبدالغفار جنبہ صاحب جرمنی میں رہتے ہیں، وہاں کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔ ایک معمولی سے ٹریفک قانون کی خلاف ورزی پر بھی کسی کو سزا ملتی ہے۔ اسے وہ جبری نظام کی اذیت نہیں کہتے اور بڑے اطمینان وسکون سے وہاں زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن دینی معاملات میں کسی بھی دستور کی پرواہ کئے بغیر اس نظام کو اپنی نفسانی اور من مانی خواہشات کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔''

الجواب۔ جرمن حکومت یا جرمن عوام نے اپنے ملک کو چلانے کیلئے اپنی مرضی اور خواہشات کے مطابق ایک قانون بنایا ہوا ہے اور یہ قانون ہر جرمن شہری پر لاگو ہے خواہ وہ جرمن چانسلر ہی کیوں نہ ہو۔ جس قانون کی پابندی جرمن چانسلر بھی کرتا ہے تو پھر عبدالغفار جنبہ اُس قانون کی پابندی کیوں نہ کرے؟ اور پھر آپ لوگوں کی طرح جرمن قوم یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہمارے قانون کی بنیاد حقیقی اسلام پر ہے۔ آپ لوگوں کا دعویٰ حقیقی اسلام کی پیروی کا ہے اور اسلام نے دینی معاملات کو طے کرنے کا ایک ضابطہ دیا ہوا ہے جس میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور آپ اس ضابطے کو مانتے ہیں جیسا کہ درج بالا سطور میں خلیفہ رابع صاحب کا حوالہ موجود ہے۔ کیا آپکے ارباب واختیار نے جماعت احمدیہ میں مجبور احمدیوں کو یہ حق دیا ہوا ہے؟ اگر قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق جماعت احمدیہ میں آزادی ضمیر سے متعلقہ انسانوں کا بنیادی حق احمدیوں کو دے دیا جاتا ہے تو پھر آپکے نظام کی ایک خرابی دور ہو جائے گی اور میں اس حوالہ سے اس پر ہرگز تنقید نہیں کروں گا۔ اور آپکے بقول یہ عاجز جرمنی میں بڑے اطمینان اور سکون سے زندگی گزار رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے آپ کو اور آپکے نظام کو میرے جرمنی میں اطمینان وسکون سے زندگی گزارنے کی بھی بڑی تکلیف ہے۔ اگر آپکے شیطانی نظام کے ارباب واختیار کا جرمن حکومت میں بھی اُسی طرح کچھ اَثر ورسوخ ہوتا جس طرح دو (۲) ہزار سال پہلے یہودیوں کا رومی حکومت میں اَثر ورسوخ تھا تو پھر شاید مجھے بھی جرمنی میں صلیب کا منہ دیکھنا پڑتا۔ خاکسار اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہے کہ اُس نے اس عاجز کو آپکے شر سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔

سوال۔ ''خاکسار کو کامل یقین ہے کہ عبدالغفار جنبہ صاحب جیسے لوگ اگر سیّدنا حضرت عمرؓ کے دور میں ہوتے تو اس نظام سے بھی متنفر ہو کر یہ واویلا مچاتے کہ رسول اکرم ﷺ کے فوراً بعد ہی نظام بگڑ گیا ہے اور مسلمان حقیقی اسلام سے نعوذ باللہ دور چلے گئے ہیں۔ ذرا کوشش کر کے سیّدنا حضرت عمرؓ کی سوانح حیات پڑھ لیجئے اور خلافت راشدہ کا خلافتِ احمدیہ سے تقابل کر کے دیکھ لیجئے۔ اگر چشمِ بصیرت رکھتے ہوں گے تو آپ پر حقیقت واضح ہو جائے گی۔''

الجواب۔ خاکسار کا خلفائے راشدین کے متعلق کس قسم کا دلی ایمان ہے آپ میرے مضامین کا مطالعہ کر کے دیکھیں۔ مجھے آپ پر افسوس ہے کہ آپ نے شاید صرف خلفائے احمدیہ کی تاریخ پڑھی ہے۔ اگر آپ نے خلفائے راشدین کی تاریخ پڑھی ہوتی یا کم از کم مارچ ۲۰۰۶ء میں لکھے گئے میرے مضمون نمبر ۱۰ میں ''خلفائے راشدین کا طرز عمل'' پڑھا ہوتا تو پھر نہ آپ احمدی خلافت (جو خلافت کے پردے میں ملوکیت ہے) کا خلافت راشدہ سے کبھی تقابل کرتے اور نہ ہی مجھے خلافت راشدہ کا مطالعہ کرنے کی نصیحتیں کرتے۔ یہ سب آپکی لاعلمی اور جہالت کا نتیجہ ہے۔ جس سیدنا حضرت عمرؓ کی آپ مثال دے رہے ہیں کیا آپ نے اُنکے حالات زندگی کا کبھی مطالعہ کیا ہے؟ ذیل میں خاکسار آپکے علم کیلئے حضرت عمرؓ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت صدیق اکبرؓ کی وفات کے دوسرے دن شروع ہوئی تھی۔ نماز فجر کے بعد بیعت ہوئی اور آپؓ بیعت سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''عرب کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو اپنے ساربان کا مطیع ہو۔ میں سمجھتا ہوں، آپکی اطاعت میں خلوص ہوگا، اور میں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے خدمت میں کانٹے پر تلا ہوا انصاف ملے گا۔ ہر رہنما کا فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ جماعت کو کس طرف، کس راہ پر لے جا رہا ہے؟ میں ربّ کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب کو سیدھی راہ پر چلاؤں گا۔'' (بحوالہ، اصحاب رسول ﷺ اور اُنکے کارنامے، صفحہ ۱۳۷)

مشاہرہ اور ذاتی حالات۔

(۱) اپنی مشہور زمانہ کتاب ''طبقات'' میں ابن سعدؒ لکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے بہت کم گزارہ لیتے تھے اور حالات یہ تھے کہ جب کپڑے گرمیوں میں بناتے تھے تو یہ کپڑے اس وقت تک استعمال میں رکھتے تھے جب تک وہ بوسیدہ ہو کر پاش پاش نہیں ہو جاتے تھے۔ جب کبھی موسم بدلتا تو آپؓ کو سخت اذیت پہنچتی۔ آپؓ کی غذا جو کی روٹی اور زیتون کا سالن تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عثمانؓ اور حضرت زبیرؓ آپکی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہمارا نام نہ لینا اور ہماری نمایندگی کرتے ہوئے اپنے باپ سے کہیں کہ جو وہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کیلئے گزارہ لیتے ہیں۔ اس سے تو بنیادی ضروریات بھی پوری نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا کچھ اضافہ کر لیجیے۔ حضرت ام

المومنینؓ نے اپنے باپ سے یہ کہا تو فرمانے لگے۔''وہ کون لوگ ہیں جو اس کام کی ترغیب دے رہے ہیں؟ میں ضرور اُنکی خبر لوں گا۔'' حضرت حفصہؓ نے عرض کیا۔''میں نے وعدہ کیا ہے کہ نام نہیں بتاؤں گی۔'' فرمایا''اچھا، تم میرے اور ان لوگوں کے درمیان ہو بتاؤ، کیا رسول اللہ ﷺ نے فاقے نہیں کیے تھے؟ پیوند لگے ہوئے کپڑے نہیں پہنے؟ پھر جب آپ ﷺ نے دنیا کی طرف توجہ نہیں کی تو مجھے ایسے مشورے کیوں دیے جا رہے ہیں؟''

(۲) حضرت عمرؓ کی نظر میں عدل وانصاف حدودِ خلافت کے چپہ چپہ پر بلا تاخیر، بروقت اور بلا تمیز محل اور جھونپڑی یکساں پہنچنا چاہیے تھا۔ کسی صوبے کا گورنر ہو یا ایک عام شہری آپکی نظر میں برابر تھے۔ ایک مرتبہ آپکے کان میں آواز آئی۔''مصر کے عامل عیاض تو باریک کرتا پہنتے اور دروازے پر دربان رکھتے ہیں۔'' فوراً لوٹ آئے اور ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ مصر پہنچو اور عیاض کو جس حالت میں وہ ہو، اپنے ساتھ مدینہ لے آؤ۔ جب ابن مسلمہ وہاں پہنچے تو اُنہوں نے دروازہ پر ملازم کو موجود پایا۔ عیاض نے بھی باریک کرتہ (جو عام طور پر لوگوں کو میسر نہیں تھا) پہن رکھا تھا۔ اُنکی پیشی ہوئی تو آپؓ نے اس کا کرتہ اتروا کر سب کے سامنے کمبل کی قمیض اُسے پہنائی۔ اسکے بعد بکریوں کا ریوڑ منگا کر حکم دیا کہ صحرا میں لے جاؤ اور شام تک چراؤ۔ اسی طرح حضرت سعدؓ ابن وقاص نے کوفہ شہر میں رہنے کیلئے ایک مکان بنوایا۔ مکان کا دروازہ دوہرا تھا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو کہا۔''ایسے دروازے سے اہل حاجت کی آواز پہنچنے میں روکاوٹ ہوگی۔'' حکم دیا۔''دروازے کو آگ لگا دو۔''

(۳) اپنی رعایا کی ضروریات کا دھیان رکھنے کیلئے راتوں کو اُٹھ کر مدینہ میں گشت کیا کرتے تھے۔ ایک رات اپنے غلام اسلم کیساتھ مدینہ کے قریب صرار کے مقام سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک بوڑھی عورت خیمے میں کچھ پکا رہی تھی اور چند بچے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو سنا کہ بچے رو رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ بڑھیا نے بتایا کہ یہ بھوکے ہیں۔ اسلئے روتے ہیں۔ آپؓ نے پوچھا ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں۔ صرف پانی چڑھا دیا ہے تا کہ بچے بہل جائیں اور پھر سو جائیں۔ یہ سن کر آپؓ کانپ اُٹھے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسلم کو لے کر شہر لوٹے۔ بیت المال کا دروازہ کھولا۔ آٹے کا ایک تھیلا اور روغن زیتون کا ایک برتن اُٹھا لیا۔ اسلم نے کہا میرے کندھے پر رکھ دیجئے۔ فرمایا، کیا قیامت کے روز بھی تم میرا بوجھ اُٹھاؤ گے؟ آپؓ نے یہ سامان لا کر بڑھیا کے سامنے رکھ دیا۔ وہ کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی اور آپؓ اُسکی آگ پھونکنے لگے۔ بڑھیا نے کہا''اللہ تمہیں جزا دے۔ خلیفہ تو تمہیں ہونا چاہیے تھا، نہ کہ عمرؓ کو۔'' فرمایا''اللہ عمر کو معاف فرمائے۔ خیر کل تم بچوں کو لے کر خلیفہ کے پاس آؤ۔ انشاء اللہ میں بھی وہاں ملوں گا اور تمہارا وظیفہ مقرر ہو جائے گا۔''

(۴) حضرت عمرؓ کا عدل آج تک ضرب المثل ہے۔ اور اِسکی وجہ یہ تھی کہ آپؓ انسانوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ عدل کے معاملہ میں اپنے اور غیر کا فرق نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی معاف نہیں کیا۔ آپکے صاحبزادے عبدالرحمٰن مصر میں تھے۔ ایک دن انہوں نے ابوسروعہ کیساتھ نبیذ پی لی اور ان پر نشہ طاری ہوگیا۔ اگرچہ والی مصر حضرت عمروؓ بن عاص نے اپنے گھر میں ان پر حد لگا دی تھی لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو مدینہ طلب کیا۔ جب آپکے صاحبزادے آپؓ کے سامنے پہنچے تو اونی عبا انکے جسم پر تھی اور سواری کی تکلیف کی وجہ سے وہ چل نہیں سکتے تھے۔ ان کے والد نے پوچھا''عبدالرحمٰن! تم نے یہ یہ حرکت کی ہے؟'' عبدالرحمٰن بن عوف نے اُن کی سفارش کی اور کہا''اے امیر المومنینؓ ان پر حد لگائی جا چکی ہے۔'' لیکن عمرؓ نے اُنکی بات پر کوئی توجہ نہ دی اور عبدالرحمٰن بن عمرؓ چلانے لگے۔''میں بیمار ہوں۔ آپ مجھے قتل کر رہے ہیں۔'' روایت ہے کہ اسکے باوجود حضرت عمرؓ نے ان پر دوبارہ حد لگائی اور انہیں قید کر دیا۔ پہلے وہ بیمار ہوئے اور بعد ازاں فوت ہوگئے۔ اِسکے باوجود خشیتِ الٰہی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر اس وقت آسمان سے آواز آئے کہ سب لوگ بخشے جائیں گے اور جنت میں چلے جائیں گے مگر ایک کے سوا۔ فرمانے لگے شاید وہ ایک میں ہی ہونگا۔

(۵)''شیر فروش کے ایک کچے سے بوسیدہ مکان میں ماں بیٹی کے درمیان مکالمہ جاری ہے۔ مکان میں گفتگو کرنے والے تو یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہماری گفتگو میں دوسرا کوئی شریک نہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ دروازے کے قریب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کان لگائے کھڑے ہیں۔ ماں نے بیٹی سے کہا''بیٹی! دودھ میں پانی ملا دے۔'' بیٹی ازراہِ ادب خاموش کھڑی ہے، جب ماں نے دیکھا کہ اُسکے حکم پر عمل نہیں کیا جا رہا تو اُسکے لہجے میں ذرا تلخی آ گئی۔''سنتی نہیں، میں کیا کہہ رہی ہوں؟ تیرا باپ دودھ لے کر فروخت کرنے کیلئے بازار جائے گا۔ آج دودھ کی مقدار کم ہے، ہم غریب لوگ ہیں، ہمارا گزارا نہ ہوگا، دودھ میں پانی ملا کر اسکی مقدار بڑھا دے۔'' اب بیٹی سے رہا نہ گیا۔ اس نے کہا''ماں! امیر المومنین حضرت عمرؓ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے۔ چند دن پہلے کیا آپ نے خلیفہ کی منادی نہیں سنی؟'' اپنا نام سن کر خلیفہ دروازے کے ذرا اور قریب ہوئے، غور اور انہاک سے سننے لگے۔ بیٹی کے جواب پر ماں ہنس پڑی''ارے پگلی تو کیسی باتیں کر رہی ہے، منادی تو میں نے بھی سنی ہے، لیکن کیا یہاں امیر المومنین موجود ہیں؟ کیا دودھ میں پانی ملاتے ہوئے وہ دیکھ رہے ہیں؟ چھوڑ ان خیالات کو، جو کہہ رہی ہوں وہ کر۔'' بیٹی نے کہا''ماں! تو کیا کہہ رہی ہے؟ یہاں نہ امیر المومنین موجود ہیں نہ وہ دیکھ رہے ہیں، لیکن امیر المومنین کا خدا تو موجود ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ اسے ہم کیا جواب دیں گے؟ آخر ایک دن اُسکے حضور حاضر ہونا ہے۔ اصل جوابدہی تو اُسکے سامنے کرنی ہے۔ ماں! یہ دن تو تنگی ترشی سے گزر ہی جائیں گے، قبر کی رات اور حشر کا دن کیسے گزرے گا؟ یہ تو سوچ۔'' اپنی بات ختم کر کے بیٹی نے جو مڑ کر دیکھا تو ماں کے چہرے پر آنسوؤں کے

تارے جھلملا رہے تھے۔ سچائی نے خود کو منوالیا۔ دوپہر کو شیر فروش بازار سے لوٹا تو اسکے پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔ بیوی نے پوچھا ''آج کیا بات ہے جو اتنے خوش نظر آ رہے ہو؟'' جواب دیا ''پگلی! گھر میں بیٹھی ہے، اُٹھ اور تیاری کر، محلے والوں کو خبر دے، آج شام تیری بیٹی خلیفہ کی بہو بنے گی۔'' لڑکی نے یہ سنا تو شرما کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ قدرت نے اُسے خوف خدا کا انعام دیا تھا۔ آگے چل کر اس شیر فروش کی بیٹی کی شاخ پر عمر بن عبدالعزیز جیسا گل سر سبز پھوٹا۔'' (خبریں اخبار ۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء)

انصر رضا صاحب۔ یہ تھی سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت اور آپؓ کا طرز عمل۔ آپ جماعت احمدیہ میں اپنے تحفظ کی خاطر نظام جماعت کے خوف سے اس عاجز پر جھوٹے الزامات تو لگا رہے ہو لیکن کیا آپ اپنے خدائی خلیفوں کے ستانویں (۹۷) سالہ دورِ حکومت میں حضرت عمر فاروقؓ کے رویہ سے ملتا جلتا کوئی ایک واقعہ یا مثال بھی دے سکتے ہیں؟ جواباً عرض ہے ہرگز نہیں۔ خاکسار آپ کو نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی عقل اور تقویٰ سے کام لیں۔ حضرت بانئے جماعتؑ کی قائم کردہ جماعت احمدیہ کیساتھ آپکے ہونہار بیٹے جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے کیا کیا ہے؟؟؟ جواباً عرض ہے کہ ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جانشینی کا مسئلہ۔ جب صحابہؓ نے محسوس کیا کہ آپؓ کا جانبر ہونا محال ہے تو آپ سے درخواست کی کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ متردّد تھے۔ کہنے لگے۔ ''اگر میں کسی کو خلیفہ بنا دوں تو یہ بے جا نہ ہوگا کیونکہ ابوبکرؓ جو مجھ سے بہتر تھے ایسا کر چکے ہیں۔ اور اگر نہ بناؤں تو بھی نامناسب نہیں ہے، اسلئے کہ حضور ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ البتہ اگر ابوعبیدہؓ زندہ ہوتے تو اُن کو جانشین بنا دیتا۔ یا پھر اگر ابوحذیفہؓ کا غلام سالمؓ زندہ ہوتا تو اس کو خلیفہ بنا دیتا۔ مجھے ان دونوں پر اعتماد تھا۔ کہا گیا۔ ''اے امیر المومنینؓ! آپؓ عبداللہ بن عمرؓ سے کیوں گریز فرماتے ہیں؟'' حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ ''خدا تجھے غارت کرے! واللہ! میں خدا کی رضا نہ چاہوں گا کہ ایسے شخص کو خلیفہ بناؤں جو اپنی بیوی کو اچھی طرح طلاق بھی نہ دے سکتا ہو'' معاملہ چونکہ بہت اہم تھا اسلئے صحابہؓ نے پھر آپؓ سے درخواست کی۔ آپؓ نے فرمایا۔ ''میں نے ارادہ تو کیا کہ کسی شخص کو منتخب کر دوں، لیکن میرے مرنے کے بعد بھی اس کام کی ذمہ داری مجھ پر رہے گی، اِسلئے خوف خداوندی سے میرا اِرادہ فوت ہوگیا۔ بہرحال یہ چھ آدمی ہیں۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت سعدؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ ان میں سے ایک کو منتخب کرلیا جائے۔ یہ وہ اصحابؓ ہیں جن سے حضور ﷺ خوش تھے۔ اور میں خلافت کا مستحق ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں سمجھتا جن سے رسول ﷺ اپنی وفات تک خوش رہے۔''

انصر رضا صاحب۔ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنائے جانے یعنی موروثی خلافت کو سیدنا حضرت عمرؓ غارتگری کی ہی ایک شکل قرار دے رہے ہیں۔ آپکی جماعت احمدیہ قادیانی گروپ میں ۱۹۱۴ء سے لے کر آج تک کیا ہو رہا ہے؟ کیا اپنے خوشامدی اور تنخواہ دار ملازمین کے ذریعے بنائی گئی نام نہاد مجلس انتخاب کے ذریعے ستانوے (۹۷) سال سے موروثی خلافت کا ڈرامہ نہیں چل رہا؟ خلیفہ ثانی، ثالث، رابع اور خامس کا کس خاندان سے تعلق ہے؟ کیا یہ موروثی خلافت نہیں ہے؟ کیا حضرت عمر فاروقؓ نے اس موروثی خلافت کو غاتگری نہیں قرار دیا؟ کیا آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی اور اوپر سے مجھے سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت پڑھنے کی تلقین کر رہے ہیں؟ آپکے مصلح موعود جنہیں آپ فضل عمر قرار دیتے رہتے ہو اُس نے جماعت احمدیہ میں ہر کام سیدنا حضرت عمرؓ کی سوچ اور فکر کے خلاف کیا تھا۔ سب سے پہلے تو اُس نے ۱۹۱۴ء میں اپنے محترم والد صاحب حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی بنائی ہوئی صدر انجمن احمدیہ کو ردّ کر کے اپنی خودساختہ ''انجمن انصار اللہ'' سے اپنا انتخاب کروایا۔ اگر کسی جماعت کا بانی اپنی جماعت میں بطور مجلس انتخاب ایک اِدارہ قائم فرما دیں تو اگر اُسکی وصال کے بعد کوئی نفسانی خواہشات کا مارا ہوا انسان اُسکے قائم کردہ ادارے کو ختم کر دے تو اُسکے پیروکاروں کیلئے اُسکے جانشین کے انتخاب کیلئے جماعت کا ایک اور اعلیٰ ادارہ بنام مجلس شوریٰ ہوتا ہے۔ جناب آپکے اس عجیب و غریب مصلح موعود اور فضل عمر نے جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ سے بھی خلیفہ منتخب کرنے کا حق چھین لیا تھا۔ مورخہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۵۶ء کو انتخاب خلافت سے متعلق اپنی تقریر میں یوں اِرشاد فرماتے ہیں:۔

''خلافت کو ایسی طرز پر چلاؤ جو زیادہ آسان ہو اور کوئی ایک دو لفنگے اُٹھ کر اور کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ نہ کہہ دیں کہ چلو خلیفہ مقرر ہو گیا ہے پس اِسلامی طریق پر جو کہ میں آگے بیان کروں گا آئندہ خلافت کیلئے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے (دین اِسلام میں آئندہ خلیفہ کے اِنتخاب کیلئے موزوں اِدارہ مجلس شوریٰ ہی ہوسکتی ہے۔ ناقل) بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں کہ آئندہ جب بھی خلافت کے اِنتخاب کا وقت آئے تو صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور ممبر اور تحریک جدید کے وکلاء اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے زندہ افراد اور اب نظر ثانی کرتے وقت میں یہ بات بھی بعض دوستوں کے مشورہ سے زائد کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفقاء بھی جن کو فوراً بعد تحقیقات صدر انجمن احمدیہ کو چاہیے کہ صحابیت کا سٹیفکیٹ دیدے اور جامعۃ المبشرین کے پرنسپل اور جامعہ احمدیہ کا پرنسپل اور مفتی سلسلہ احمدیہ اور تمام جماعت ہائے پنجاب اور سندھ کے ضلعوں کے امیر اور مغربی پاکستان اور کراچی کا امیر اور مشرقی پاکستان کا امیر مل کر اِس کا انتخاب کریں۔'' (تاریخِ احمدیت جلد نمبر ۱۹ صفحہ ۱۵۹)

جناب انصر رضا صاحب۔ آپ بھی جانتے ہیں اور سارا عالم اسلام بھی جانتا ہے کہ عالم اسلام کے پہلے خلیفۃ الرسول اور اسلام میں آئندہ منتخب ہونیوالے تمام انتخابی خلفاء کے سردار حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جن پہلے دو اشخاص نے اُٹھ کر بیعت کی تھی وہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ تھے اور اِنکے پیچھے پوری اُمت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کر لی

تھی۔خلیفہ ثانی نے یہ جو کہا ہے کہ ''کوئی ایک دو لفنگے اُٹھ کر اور کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے یہ نہ کہہ دیں کہ چلو خلیفہ مقرر ہو گیا ہے'' میرا یہاں آپ سے سوال ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کیا دونوں نعوذ باللہ لفنگے تھے جو ایسے طریق انتخاب کو اب جماعت احمدیہ میں روک دیا گیا ہے؟؟؟ میرا قارئین کرام سے بھی اور جناب انصر رضا صاحب سے بھی سوال ہے کہ اگر بانئے اسلام آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد دو (۲) بندوں کے انتخاب کو اُمت نے غلط قرار نہ دیا بلکہ اُنکے پیچھے پوری اُمت نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتخاب پر لبیک کہہ دیا تو ۱۹۵۶ء میں آپکے عجیب وغریب مصلح موعود اور فضل عمر کو دو (۲) بندوں کے انتخاب پر کیا تکلیف لاحق ہو گئی تھی کہ اُس نے اُس طریقہ انتخاب کو جو عالم اسلام کے پہلے خلیفہ کے انتخاب کے وقت اُمت نے اختیار کیا تھا اُسے منسوخ کر دیا؟؟؟ قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایسا انسان (خواہ وہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا کوئی بیٹا ہی کیوں نہ ہو) مصلح موعود یا فضل عمر ہو سکتا ہے اور احمدیت کے لبادے میں اُسکی محمودیت کا آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کیساتھ کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔؟؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

جنبہ صاحب کے نئے نظام کی پابندی جبری نظام کی اذیّت نہیں کہلائے گی؟ سوال۔''اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ جس نئے نظام کے قائم کرنے کے عبدالغفار جنبہ صاحب مدعی ہیں اس کے سربراہ سے لوگوں کو اگر ویسی ہی شکایات ہوں گی جیسی اب انہیں اور آپ جیسے لوگوں کو احمدیہ مسلم جماعت سے ہیں تو کیا عبدالغفار جنبہ صاحب افراد کی خاطر نظام کو قربان کر دیں گے اور الٰہی دستور کی بجائے لوگوں کی ہوائے نفس کے مطابق نظام کو چلائیں گے؟''

الجواب۔جو نظام قرآن کریم کی انتہائی خوبصورت تعلیم پر استوار ہو اور جس کا سربراہ آنحضور ﷺ کے اس انتہائی حکیمانہ ارشاد (سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ۔قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے) کے مطابق قوم کی خدمت کر رہا ہو اُس نظام سے کسی احمدی مسلمان کو شکایت نہیں ہو سکتی۔جس نظام کو نافذ تو کیا گیا ہو اسلام کے مقدس نام پر بلکہ حقیقی اسلام کا جھانسہ دے کر لیکن اُسکی اصلیت یہ ہو کہ اُسکی سفاکی سے دنیا کی بدنام زمانہ انٹیلی جنس ایجنسیاں (سی آئی اے (CIA) اور کے جی بی (KGB) وغیرہ) بھی پناہ مانگیں تو عبدالغفار جنبہ نہ ایسے شیطانی اور فریبی نظاموں کے حق میں ہے اور نہ ہی اِنہیں اسلامی قرار دے سکتا ہے؟؟ وہ نظام جو لاگو تو اسلام کے نام پر ہوں لیکن اِنکی بنیاد جبر پر ہو تو ایسے نظاموں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے اور ایسے نظاموں کو شرف انسانیت کی خاطر قربان کرنا نہ صرف جائز بلکہ اشد ضروری ہے۔

سوال۔''عبدالغفار جنبہ صاحب کی تحریرات سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ زکی غلام کے پردے میں نظامِ جماعت پر حملہ کر رہے ہیں۔یہی کام کسی مقام کے دعویٰ کے بغیر لاہوری جماعت کے لوگ اور دیگر منافقین کر رہے ہیں۔چنانچہ اصل تکلیف مضبوط نظامِ جماعت سے ہے جسے شیطان مختلف شکلوں میں حملہ کر کے تباہ کرنا چاہتا ہے۔جس اطاعت کا قرآن کریم نے ہم سے مطالبہ کیا اور صحابہ کرامؓ نے اپنا نمونہ دکھا کر ہمارے لئے مثال قائم کر دی اور نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافتِ راشدہ کے دور میں وہ مسلمان معاشرے کی روح بنی رہی اس اطاعت کو وہ جبری نظام قرار دے رہے ہیں۔آزادیٔ ضمیر کے نام پر وہ نظام سے بغاوت کرنے کا حق مانگ رہے ہیں جو نہ تو دنیا کا کوئی نظام دیتا ہے اور نہ ہی قرآنِ کریم نے اس کی اجازت دی ہے بلکہ قرآنِ کریم نے بغاوت اور فساد کو نہایت ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔''

الجواب۔قارئین کرام۔ہمارا اصل تنازعہ ''قرآن کریم کی روشنی میں خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود'' ہے۔چونکہ انصر رضا صاحب کو خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو سچا ثابت کرنے کیلئے قرآن کریم سے کوئی مدد نہیں مل سکتی لہٰذا اب وہ آئیں بائیں شائیں کر کے اور غیر متعلقہ موضوعات (جن کا ہمارے تنازعہ سے تعلق ہی نہیں ہے) پر اپنے خیالات کا اظہار فرما کر دراصل اَمر تنازعہ سے لوگوں کی توجہ ہٹا رہے ہیں۔واضح ہو کہ قرآن پاک کی تعلیم ''لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر نہیں (البقرہ۔۲۵۷)'' کے مطابق آزادیٔ ضمیر اور دین اسلام کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔جس نظام میں لوگوں کو دلیل کیساتھ بات کرنے کا حق نہ دیا جائے ایسا نظام بظاہر خواہ کتنا ہی عمدہ اور مضبوط کیوں نہ ہو اُسے غیر اسلامی معاشروں میں تو نافذ کیا جا سکتا ہے لیکن اسلامی معاشرے یا حقیقی اسلام کی داعی جماعت میں اس کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہرایرے غیرے کے بنائے ہوئے نظام کی اطاعت کا ہمیں ہرگز حکم نہیں دیا بلکہ قرآن کریم نے اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنے میں سے صاحب اَمر کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے لیکن اگر کسی بات میں باہم نزاع واقعہ ہو جائے تو پھر اس معاملہ میں اُسکی اطاعت بھی فرض نہیں بلکہ فرمایا ہے کہ اس ضمن میں اللہ اور اُسکے رسول ﷺ سے فیصلہ لو اور اُسکی اطاعت کرو۔

جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے۔یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ (النساء:۶۰) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے صاحبانِ اَمر کی بھی اطاعت کرو پھر اگر کسی بات میں تم میں باہم نزاع واقعہ ہو تو اِس اَمر کو فیصلہ کیلئے اللہ اور رسول کے حوالہ کرو اگر تم اللہ اور آخری دن پر ایمان لاتے ہو تو یہی کرو کہ یہی بہتر اور اَحسن تاویل ہے۔

قارئین کرام۔انصر رضا صاحب جس مضبوط نظام جماعت کی بات کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت بانئے جماعت علیہ السلام کو ایسے کسی مضبوط نظام جماعت کی بشارت نہیں دی ہوئی اور اگر سلسلہ میں کسی ایسے نظام کی بشارت موجود ہے تو انصر رضا صاحب اِس کا حوالہ دیں۔لیکن آپ کو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ میرے برگزیدہ بندے کے وصال کے بعد اُسکے لڑکے نے اُسکے پیروکاروں کو اُنکی عقیدت کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی خاندانی حکومت کو دائمی بنانے کیلئے ایک جبری نظام کیساتھ جکڑ لینا ہے۔

حضرت بانئے جماعتؑ کے وصال کے بعد جماعت احمدیہ میں (نام نہاد خلافت اور ایک دجالی نظام کے نام پر) پیدا ہونیوالی اس برائی، فساد اور اَسیری کا قلع قمع کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو شروع میں ہی ایک زکی غلام کی بشارت سے نواز دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس موعود زکی غلام مسیح الزماں کے متعلق اپنے اِلہامی کلام میں فرمایا ہوا ہے کہ "ہم اِس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔" (تذکرہ صفحہ ۱۰۹۔ مجموعہ اِشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

قارئین کرام۔ اللہ تعالیٰ نے وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد خاکسار کو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت سے آگاہ فرما دیا تھا۔ خاکسار نے ایک ایسے نظام میں جو کسی طرح بھی اسلامی قرار نہیں دیا جا سکتا (کے اندر رہتے ہوئے اور اسکے قواعد وضوابط) کے مطابق اپنا دعویٰ اپریل ۱۹۹۳ء میں خلیفہ رابع صاحب کے حضور بھیجا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق دیتا ہے کہ کسی دینی معاملہ میں اگر نزاع واقعہ ہو جائے تو پھر اس معاملہ میں کسی خلیفے یا صاحب اَمر کی اطاعت ضروری نہیں بلکہ اپنے نزاع کا فیصلہ اللہ اور اُسکے رسول ﷺ سے حاصل کرو۔ اس ضمن میں میرے تینوں خطوط جو میں نے خلیفہ رابع صاحب کو لکھے تھے اور خلیفہ صاحب کے جوابات بھی جماعت احمدیہ اصلاح پسند کی آفیشل ویب سائٹ (alghulam.com) پر موجود ہیں۔ ہر احمدی اس خط وکتابت کو پڑھ سکتا ہے۔ انصر رضا سے میرا سوال ہے کہ جو لوگ کسی دینی نزاع کے معاملہ میں قرآن کریم کی واضح راہنمائی اور ہدایت کو پس پشت پھینکتے ہوئے اپنے غلط دعاوی اور عقائد کو جبر کیساتھ احمدیوں سے منوائیں تو کیا ایسے لوگوں کا اور اُنکے نظام کا آنحضرت ﷺ اور آپکے غلام حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے اسلام کے ساتھ کوئی تعلق رہ سکتا ہے؟ ایسے شیطانی اور جبری نظاموں کی ایک متقی احمدی مسلمان کی نظر میں کیا حیثیت ہے؟ انصر رضا صاحب آپ نے ایک مناظرہ میں اعلان کیا تھا کہ ہر قسم کے اختلاف کا فیصلہ قرآن کریم کی روشنی میں ہونا چاہیے اور اس ضمن میں قرآن کریم ہی آخری معیار ہے۔ میں نے آپ کو دعوت الیٰ الحق کے سلسلہ میں لکھے گئے مفصل خط میں آپکے تسلیم شدہ قرآنی معیار کے مطابق اور اِسکی روشنی میں پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق آپکے مصلح موعود کے عقیدہ کو کامل طور پر غلط ثابت کر دیا ہے۔ اب آپ کو اخلاقی طور پر یا تو اپنے اعلان کے مطابق اس جھوٹے عقیدہ مصلح موعود سے توبہ کر لینی چاہیے اور یا پھر خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو اپنے تسلیم شدہ اور مقرر کردہ معیار (قرآن کریم) کی روشنی میں سچا ثابت کرنا چاہیے۔ مزید برآں پہلے آپ اپنے محمودی نظام کا اسلامی ہونا تو ثابت کریں اور پھر مجھ پر یا کسی اور مخالف پر کیچڑ اُچھالیں۔ خلفائے راشدینؓ اور اصحاب کرامؓ کے طرز عمل کے جس نمونہ اور روح کا آپ ذکر کر رہے ہیں وہ آپ لوگوں میں کہاں ہے؟ جھوٹ بولتے ہوئے کچھ تو شرم کریں۔ اگر آپ روحانی طور پر بینا ہیں تو آپکی آنکھیں کھولنے کیلئے خاکسار ذیل میں محمدی خلفائے راشدین کے سردار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تقویٰ کے متعلق چند اقتباسات درج کرتا ہے۔ آپ اپنے نام نہاد خدائی خلفاء میں سے کسی کے متعلق یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اُنکی سوچ اور فکر کا بھی سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کوئی تعلق ہے؟؟؟۔ اگر آپکے پاس کوئی ایسی مثال یا نمونہ ہے تو قارئین کرام کے آگے پیش کریں اور پھر اسکے بعد اپنے مضبوط نظام کی وکالت بھی کریں اور اِسکی اطاعت کا درس بھی دیں۔ خلفائے راشدین کا زمانہ پندرہ (۱۵) صدیاں پہلے گزر چکا ہے اور یہ عاجز اِن بزرگوں میں سے کسی کی صلب سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔ ہاں اِن عظیم بزرگوں کی روحانیت سے ضرور تعلق رکھتا ہے اور اِنکی سنت اور نمونہ کی پیروی کرنیوالا ہے۔ جب کبھی محمدی خلفائے راشدین کا ذکر پڑھتا ہوں تو کوشش کے باوجود میں اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکتا اور میرا یقین ہے کہ ہر سچے احمدی مسلمان کا یہی حال ہوگا۔ یہ بھی واضح ہو کہ میں کسی کا مخالف نہیں اور نہ ہی اپنے نقطہ نظر کی اصابت یا عدم اصابت پر بضد ہوں بلکہ ؎ ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں۔

"بیوی کو اس بات کا علم تھا کہ شوہر کو کھانا کھانے کے بعد کوئی میٹھی چیز کھانے کا شوق بہت زیادہ ہے اس کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت ہے مگر وہ اپنی سخت کوشش کے باوجود میٹھے کا انتظام نہیں کر سکتی تھی کیونکہ بیت المال سے جو وظیفہ ملتا تھا وہ کھانے کی تیاری میں صرف ہو جاتا تھا لیکن بیوی تھی کفایت شعار۔ اس نے روزانہ کے اخراجات میں سے پیسہ دو پیسے بچانا شروع کیے اس طرح کافی دنوں کے بعد وہ اس قابل ہوگئی کہ کوئی میٹھا کھانا تیار کر سکے۔ چنانچہ ایک دن آٹا اور گھی اور کھجور کا حلوا تیار کیا اور رات کے کھانے کے بعد خوشی خوشی شوہر نامدار کی خدمت میں پیش کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ خلیفہ راشد بہت خوش ہوئے کیونکہ اُنکی پسندیدہ چیز اُنکے سامنے رکھی گئی تھی مگر اُنہوں نے بیوی سے دریافت فرمایا یہ تو بتاؤ کہ تم نے یہ حلوا کس طرح تیار کیا میرا مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آگئے کہ تم نے حلوا تیار کر لیا؟ یہ سوال سن کر بیوی سناٹے میں آگئی کیونکہ وہ خلیفہ کے مزاج سے واقف تھی وہ یہ جانتی تھی کہ یہ تو وہ شخص ہے جو خلیفہ بننے کے دوسرے ہی دن کپڑوں کے تھان کندھے پر رکھ کر بچوں کیلئے روزی کمانے نکل گیا تھا کہ راستے میں عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے دریافت کیا ابوبکرؓ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ امیر المومنین ہیں خلیفۃ الرسول ہیں آپکے شایان نہیں کہ کپڑوں کے تھان کندھے پر لاد کر گلی گلی پھریں اور روزی کمائیں۔ جناب ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا آخر یہ بتاؤ کہ میں اپنے بال بچوں کو کیا کھلاؤں؟ تجارت کرنا تو میرا پیشہ ہے اس وقت سیدنا عمر فاروقؓ نے مجلس شوریٰ بلائی اور بالاتفاق فیصلہ ہوا کہ خلیفہ اور اُنکے بال بچوں کے روزانہ کھانے کے اخراجات بیت المال سے ادا کر دیئے جائیں اور سال میں دو جوڑے کپڑے ایک جوڑا گرمی کا اور ایک جوڑا سردی کا اُنہیں بیت المال سے فراہم کیے جائیں۔ بیوی نے عرض کیا خلیفہ! بیت المال سے جو روزینہ آتا ہے اس میں پیسہ دو پیسہ بچا کر میں نے یہ حلوا تیار کیا ہے۔ خلیفہ نے حلوے سے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرے روزینہ میں میری ضروریات سے دو پیسے زیادہ آتے ہیں۔ ہاتھ دھو کر دسترخوان سے اُٹھ کھڑے

ہوئے اوراسی وقت بیت المال کے خزانچی کوحکمنامہ لکھا کہ میرے روزینہ میں سے دو پیسے کم کر دیئے جائیں کیونکہ یہ ضروریات سے زیادہ ہیں۔جب اس طرح کے مسلم حکمران تھے تو اسلامی مملکت پررحمت خداوندی کی بارشیں ہوتی تھیں۔''(روزنامہ خبریں ۲۵۔مئی ۲۰۱۰ء)

انصر رضا صاحب۔آج ہم احمدیوں کا کیا حال ہے اور ہمیں اس حال پر کس نے پہنچایا ہے؟ آپکے اِن خاندانی اور خدا کے بنائے خلیفوں نے جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے ہیں کہ تمام احمدیوں کولوٹ کر بھی ابھی تک اِنکا پیٹ نہیں بھرا۔آج جو احمدی ہیں ان میں سے اکثریت ایسی ہے جن کے آباؤاجداد نے ایک صدی قبل ایک انتہائی سچے انسان کو قبول کیا تھا۔بعدازاں اِس انتہائی سچے انسان کے مصلح موعود اور فضل عمر بیٹے نے جو ان احمدیوں کا حال کیا اور انکے ایمان کی جو انہیں سزادی گئی مذہبی تاریخ میں اِسکی مثال نہیں ملتی۔واقعی مصلح موعود اور فضل عمر ہوتو ایسا ہو۔اِس میں کوئی شک نہیں کہ آج تقریباً ہر احمدی وطن سے بے وطن ہوکر احمدی خلافت کی برکتوں کی بدولت چندوں کی ادائیگی کیلئے دنیا کے کونے کونے میں مزدوریاں کرتا پھر رہا ہے۔آج ایک احمدی کا جو حال بنا ہوا ہے یہ سب احمدیہ خلافت اور مضبوط نظام کی ہی برکت ہے۔اسی احمدیہ خلافت کی برکتوں کی بدولت خدا کے بنائے ہوئے خلفاء اوراُنکی اولادیں تو ہر جگہ عالیشان قصروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری طرف احمدی غریب بیچارے،اخلاص کے مارے مبارک خلیفوں کے درشن کرنے اور اِنکے ہاتھ چومنے کیلئے قصر خلافت کے باہر قطاروں میں ٹھڈے کھا رہے ہیں۔انصر رضا صاحب۔دیکھا ہے محمدی خلفائے راشدین اور خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں میں فرق؟؟ کیا آپ اسی خلافت اور مضبوط نظام کی برکتوں کی وکالت کر رہے ہیں؟؟؟ ۔ اے خداوند! تیرے یہ سادہ دِل بندے کدھر جائیں درویشی بھی عیاری ہے تو سلطانی بھی عیاری مرض الموت میں جب سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے جانشین کا خیال آیا تو آپؓ نے جید اور کبار صحابہؓ سے مشاورت کے بعد اہل مدینہ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

(۲)''لوگو! کیا تم راضی ہوگے اس بات سے کہ میں ایک شخص کو تمہارے لیے اپنا جانشین بنادوں؟ اللہ گواہ ہے کہ میں نے غوروفکر کر کے رائے قائم کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی ہے، اور میں نے اپنے کسی رشتے دار کو مقرر نہیں کیا ہے، بلکہ میں خطاب کے بیٹے عمرؓ کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔پس تم اُنکی سنو اور اطاعت کرو۔''(اصحاب رسول ﷺ اور اُنکے کارنامے صفحہ ۶۷ مطبوعہ فیروزسنز لاہور،مصنف نبی احمد سہا صفحہ ۱۰۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ تو اُمت کا بنایا ہوا خلیفہ تھا اور آپ نے کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ آپ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں۔انصر رضا صاحب۔کیا آپکے خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں میں سے بھی کسی خلیفے کو یہ توفیق ملی تھی کہ اُس نے بستر مرگ پر اپنے بعد اپنے کسی رشتہ دار کی بجائے کسی احمدی کو بطور خلیفہ نامزد کیا ہو۔اگر ایسی کوئی ایک مثال ہے تو احمدیوں کے آگے پیش کرو ورنہ جھوٹے نظاموں اور جھوٹے لوگوں کی جھوٹی وکالت سے شرم کرو۔ ۱۹۱۴ء سے لے کر اب تک کیا اِن خاندانی خلیفوں کو اپنے خاندان کے علاوہ جماعت احمدیہ عالمگیر میں کوئی ایسا متقی اور دیانتدار احمدی نہیں ملا تھا جو لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف چلا سکتا۔؟؟؟ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے جانشین سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔

(۳)''اے عمر! میں نے تم کو رسول اللہ ﷺ کی امت پر اپنا نائب بنایا ہے۔پس تمہاری ذات میں ظاہری و باطنی طور پر تقویٰ ہونا چاہیے۔عمر! اللہ سے لولگاؤ کہ اس طرح وہ متوجہ ہو جاتا ہے اور جب وہ توجہ فرمالے تو پھر اسباب اور وسیلے خودرو گھاس کی طرح اُگ آتے ہیں۔کسی طاقت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ جو طاقتیں کام بناتی ہیں، اگر ان کو اللہ کے ہاں سے اجازت نہ ملے تو پھر وہ پلٹ پڑتی ہیں اور بننے والے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔اے عمر! جب اہل نار کا ذکر آئے تو کہنا کہ اے خدا! تو مجھے ان میں شامل نہ کیجیو۔اور جب اہل جنت کا حال پڑھو تو التجا کرنا کہ اللہ تو مجھے ان سے ملادے۔اے عمر! ان باتوں کے علاوہ اللہ کی مرضی پر چلنے کے لیے نفس کو قابو میں رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔اور اے ابن خطابؓ! نفس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اسکی ایک خواہش پوری کردی جائے تو اسکی ہمت جوان ہوجاتی ہے اور وہ اس سے زیادہ بری خواہشوں کیلئے اور زیادہ زور کیساتھ ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے۔اے عمرؓ! جب تم میری ان نصیحتوں پر عمل کروگے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے۔اللہ نیک اعمال میں تمہاری مدد کرے۔''(ایضاً۔صفحہ ۶۷)

انصر رضا صاحب۔دیکھی ہے عالم اسلام کے پہلے خلیفہ راشد کے تقویٰ کی شان۔کیا آپ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے علاوہ کسی خاندانی خلیفہ کے متعلق ثابت کر سکتے ہیں کہ اُس نے اپنے ہونے والے کسی جانشین کو ایسی نصیحت فرمائی ہو؟ ہرگز نہیں۔اگر آپ اپنے خاندانی خلیفوں میں سے کسی کے متعلق ایسا ثابت نہیں کر سکتے تو پھر سوچیں کہ آپ کہاں کھڑے ہیں اور کن لوگوں کی اور کس نظام کی وکالت کر رہے ہیں؟ اب خلیفہ رابع صاحب کی طرح مجھ پر لاہوری یا پیغامی ہونے کا الزام نہ لگا دینا کیونکہ میرا لاہوری فرقہ سے تعلق نہیں ہے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا جانشین نامزد کرنے کے بعد اپنے بعض ذاتی معاملات کے متعلق چند نصائح فرمائیں۔وفات سے چند روز پہلے فرمایا۔

(۴)''میرے پاس مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔میرا انتقال ہوتے ہی یہ امانت عمرؓ کو دے دی جائے۔''(ایضاً صفحہ ۱۰۳)

انصر صاحب۔سبحان اللہ کیا شان تھی محمدی خلیفہ راشد کے تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کی؟؟؟ کہاں ایک منکسر المزاج خلیفہ راشد اور کہاں شہروں اور جنگلوں میں قصر اور بارہ دریاں بنانیوالے خدائی خلیفے؟ کہاں آسمان اور کہاں زمین کی دُھول؟ کیا آپکے خدائی اور خاندانی خلیفوں میں سے بھی کسی نے اپنی وفات سے پہلے اس قسم کی کوئی نصیحت کی تھی؟ اگر نہیں تو پھر ذرا سوچو کہ آپ کن لوگوں کو کن لوگوں کیساتھ ملا رہے ہیں؟ مسند خلافت پر بیٹھنے کے چھ ماہ بعد صحابہ کرامؓ نے بڑے اصرار کیساتھ آپؓ کا ڈیڑھ ہزار روپے سالانہ وظیفہ مقرر کرایا

تھا۔ اِسکے متعلق فرمایا کہ۔۔

(۵) ’’میری فلاں زمین بیچ کر وہ ساری رقم بھی عمرؓ کو واپس کر دی جائے، جو آج تک میں نے وصول کی ہے۔‘‘ (ایضاً)

اے احمد یو! یہ شان ہوتی ہے خلفائے راشدین کی۔ واضح رہے کہ اسلام میں خلافت ایک انتہائی مقدس اِدارہ ہے۔ مسلمان اللہ اور اُسکے رسول ﷺ کی اطاعت میں کسی خلیفہ کی اطاعت کرتے ہیں۔ لیکن یہاں نام خلافت کا اور کام یزیدیوں جیسے۔ آپ کو علم نہیں کہ خلافت کے نام پر آپکے خاندانی خلیفوں نے کیا کیا اودھم مچائے رکھے ہیں؟ انصر صاحب۔ کیا آپکے خدائی خلیفوں میں سے بھی کسی خلیفے نے اپنی وفات سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح تقویٰ کا مظاہرہ کیا ہے؟ اگر کوئی ایسی ایک مثال ہے تو احمدیوں کے آگے پیش کر وورنہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ آخر ایک دن اُسکے حضور حاضر ہو کر اپنے ایمان اور اعمال کا حساب دینا ہے۔ اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق اپنی بیٹی عائشہ صدیقہ اُم المومنینؓ سے فرمایا۔

(۶) ’’اِس وقت جو کپڑا میرے بدن پر ہے، اِسکے علاوہ دو کپڑے اور لے کر دھو لینا۔ یہ تین کپڑے ہو جائیں گے، جو میرے کفن کیلئے مناسب رہیں گے۔‘‘ (ایضاً)

انصر صاحب۔ سنایئے آپکے خدائی خلیفے جن کی آپ وکالت کر رہے ہیں اُن میں سے بھی کسی نے وفات سے پہلے اپنے لواحقین کو ایسا کہا تھا جیسا کہ عالم اسلام میں آئندہ خلفائے راشدین اور انتخابی خلیفوں کے سردار سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا تھا؟ آپکے خاندانی اور خدائی خلیفوں کے ستانوے (۹۷) سالہ دورِ حکومت میں کوئی ایک مثال۔ اگر نہیں تو مجھے محمدی خلفائے راشدین کا مطالعہ کرنے کا درس دینے کی بجائے غیر جانبداری اور تقویٰ کیساتھ ان مومن بندوں کے حالات کا بغور مطالعہ کرنا۔ آپؓ کی صاحبزادیؓ نے کہا۔ ’’یہ تو پرانے کپڑے ہونگے۔ میں نئے کپڑے دے دونگی۔‘‘ (ایضاً صفحہ ۱۰۴) آپؓ نے جواب میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔

(۷) ’’نئے کپڑوں کے تو زندہ زیادہ مستحق ہیں۔ تمہارے باپ کیلئے یہی پھٹی پرانی چادریں کافی ہیں۔‘‘ (ایضاً)

انصر رضا صاحب۔ ایک محمدی خلیفہ راشد کی سادگی اور اُسکی عظمت کی شان دیکھی ہے۔ اس صدیقؓ نے کبھی نہیں کہا تھا کہ میں خدا کا بنایا ہوا خلیفہ ہوں۔ لیکن اس درویش خلیفہ راشد کا طرزِ عمل ہمیں مجبور کرتا ہے اور ہم مسلمانوں کیلئے اِسکے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ ہم ایمان لائیں کہ یہ درویش خلیفہ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ تھا۔ آپکے خاندانی خلیفوں کے خطابوں کا آغاز بھی ’’ہم خدا کے بنائے ہوئے خلیفے ہیں‘‘ اور اختتام بھی ’’ہم خدا کے بنائے ہوئے خلیفے ہیں‘‘ اور پھر آپ تقویٰ کیساتھ اِنکے اعمال اور رویوں کا بھی جائزہ لینا تو آپ کو جلد سمجھ آجائے گی کہ یہ کس قسم کے خدا کے بنائے ہوئے خدائی خلیفے ہیں؟؟؟؟؟

خاکسار کے دعویٰ (غلام مسیح الزماں) کی صداقت کے قرائن ۔ جناب انصر رضا صاحب۔ خاکسار نے آپ کو مورخہ ۳۱۔ جولائی ۲۰۱۱ء کو لکھے گئے مفصل خط میں نہ صرف قرآن کریم بلکہ زکی غلام سے متعلقہ مبشر اِلہامات کی روشنی میں بھی اس حقیقت کو کلی اور قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ میں جناب خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود ایک غلط دعویٰ تھا۔ خلیفہ صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کا سچا ہونا تو دور کی بات ہے وہ اور اُسکا کوئی بھی بھائی قرآن کریم کی روشنی میں پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں نہیں آتے۔ خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے اور بے بنیاد ثابت ہو جانے کے بعد اگلا آپکا یا کسی بھی احمدی کا ایک جائز سوال یہ ہو سکتا ہے کہ آپکے پاس اپنے موعود زکی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اِس ضمن میں گذارش ہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دسمبر ۱۸۹۲ء میں اپنے ایک مرید نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے خط کے جواب میں اپنے دعویٰ مسیح موعود کو پرکھنے کیلئے لوگوں کے واسطے ایک معیار مقرر فرمایا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب کبھی جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کا مقدس نام لے کر کوئی ایسا مدعی موعود زکی غلام مسیح الزماں ظاہر ہو جو ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت میں آتا ہو تو افرادِ جماعت کو چاہیے کہ بانئے سلسلہ احمدیہؑ کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اُسکے دعویٰ کو بھی پرکھ لیں۔ انصر صاحب! حضرت مہدی و مسیح موعودؑ ہم سب کے آقا ہیں اور بانئے جماعت بھی ہیں۔ اگر ہم حضرت مرزا صاحبؑ کی سچائی پر دلی یقین رکھتے ہیں اور اگر ہم واقعی آپکے پیروکار ہیں تو حضورؑ نے اپنے دعویٰ مسیح موعود کو پرکھنے کیلئے جو معیار مقرر فرمایا ہے آپکے بعد آپکے موعود زکی غلام کے دعویٰ کو پرکھنے کیلئے اِس سے بڑھ کر کوئی اور عمدہ معیار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضورؑ کا بیان فرمودہ یہ معیار صداقت آپکی مشہور تصنیف ’’آئینہ کمالاتِ اسلام‘‘ روحانی خزائن جلد ۵ کے صفحات ۳۲۶ تا ۳۵۷ پر موجود ہے۔ انصر رضا صاحب۔ آپ کو یاد رہے کہ حضورؑ نے اپنے دعویٰ مسیح موعود کے سلسلہ میں سائل کو جواب دیتے ہوئے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میری کتب اور رسائل میرے اِلہامات سے بھرے ہوئے ہیں اور کیا یہ اِلہامات میرے دعویٰ کے سلسلہ میں آپ کیلئے کافی ثبوت نہیں ہیں؟ برخلاف اِسکے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’تمام ثواب ایمان پر مترتب ہوتا ہے اور ایمان اسی بات کا نام ہے کہ جو بات پردۂ غیب میں ہو اُس کو قرائن مرجحہ کے لحاظ سے قبول کیا جائے یعنی اس قدر دیکھ لیا جائے کہ مثلاً صدق کے وجوہ کذب کے وجوہ پر غالب ہیں اور قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اُسکے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ تو ایمان کی حد ہے لیکن اگر اس حد سے بڑھ کر کوئی شخص نشان طلب کرتا ہے تو وہ عنداللہ فاسق ہے اور اسی کے بارے میں اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ نشان دیکھنے کے بعد اُس کو ایمان نفع نہیں دے گا۔

یہ بات سوچنے سے جلد سمجھ میں آسکتی ہے کہ انسان ایمان لانے سے کیوں خدا تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرتا ہے۔اسکی وجہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو ہم ایمانی طور پر قبول کر لیتے ہیں وہ بکلی الوجوہ ہم پر مکشوف نہیں ہوتیں مثلاً انسان خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے مگر اُس کو دیکھا نہیں۔فرشتوں پر بھی ایمان لاتا ہے لیکن وہ بھی نہیں دیکھے۔بہشت اور دوزخ پر ایمان لاتا ہے اور وہ بھی نظر سے غائب ہیں محض حسن ظن سے مان لیتا ہے۔اس لیے خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن ٹھہرتا ہے اور یہ صدق اُس کیلئے موجب نجات ہوجاتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بہشت اور دوزخ اور ملائک ایک مخلوق خدا تعالیٰ کی ہے اُن پر ایمان لانا نجات سے کیا تعلق رکھتا ہے۔جو چیز واقعی طور پر موجود ہے اور بدیہی طور پر اُس کا موجود ہونا ظاہر ہے اگر ہم اُس کو موجود مان لیں تو کس اَجر کے ہم مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔مثلاً اگر ہم یہ کہیں کہ آفتاب کے وجود پر ایمان لائے اور زمین پر ایمان لائے کہ موجود ہے اور چاند کے موجود ہونے پر بھی ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ دنیا میں گدھے بھی ہیں اور گھوڑے بھی اور خچر بھی اور بیل بھی اور طرح طرح کے پرند بھی تو کیا اس ایمان سے کسی ثواب کی توقع ہو سکتی ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ جب ہم مثلاً ملائک کے وجود پر ایمان لاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن ٹھہرتے ہیں اور مستحق ثواب بنتے ہیں اور جب ہم اُن تمام حیوانات پر ایمان لاتے ہیں جو زمین پر ہماری نظر کے سامنے موجود ہیں تو ایک ذرہ بھی ثواب نہیں ملتا حالانکہ اور دوسری سب چیزیں برابر خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں پس اسکی یہی وجہ ہے کہ ملائک پردہ غیب میں ہیں اور دوسری چیزیں یقینی طور پر ہمیں معلوم ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن ایمان لانا منظور نہیں ہوگا یعنی اگر اُس وقت کوئی شخص خدا تعالیٰ کی تجلیات دیکھ کر اور اُسکے ملائک اور بہشت اور دوزخ کا مشاہدہ کرکے یہ کہے کہ اب میں ایمان لایا تو منظور نہ ہوگا کیوں منظور نہ ہوگا؟ اسی وجہ سے کہ اُس وقت کوئی پردۂ غیب درمیان نہ ہوگا تا اس سے ماننے والے کا صدق ثابت ہو۔اب پھر ذرّہ غور کرکے اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان کس بات کو کہتے ہیں اور ایمان لانے پر کیوں ثواب ملتا ہے۔اُمید ہے کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ تھوڑا سا فکر کرکے اس بات کو جلد سمجھ جائیں گے کہ ایمان لانا اُس طرز قبول سے مراد ہے کہ جب بعض گوشے یعنی بعض پہلو کسی حقیقت کے جس پر ایمان لایا جاتا ہے مخفی ہوں اور نظر دقیق سے سوچ کر اور قرائن مرجحہ کو دیکھ کر اُس حقیقت کو قبل اِسکے کہ وہ بکلّی کھل جائے قبول کرلیا جائے۔یہ ایمان ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے اور اگر چہ رسولوں اور نبیوں اور اولیاء کرام علیہم السلام سے بلاشبہ نشان ظاہر ہوتے ہیں مگر سعید آدمی جو خدائے تعالیٰ کے پیارے ہیں اُن نشانوں سے پہلے اپنی فراست صحیحہ کیساتھ قبول کر لیتے ہیں۔(آئینہ کمالات اسلام بحوالہ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۳۴۔۳۳۵)

انصر رضا صاحب۔حضورؑ کے بقول تمام ثواب کا دارومدار دراصل اِیمان پر ہوتا ہے اور اِیمان اس بات کا نام ہے کہ جو بات پردۂ غیب میں ہو اِس کو بعض قرائن کے ذریعہ قبول کیا جاوے۔اِسی قدر دیکھ لینا کافی ہوتا ہے کہ قرائن موجودہ ایک شخص کے صادق ہونے پر بہ نسبت اُسکے کاذب ہونے کے بکثرت پائے جاتے ہیں۔یہ تو ایمان کی حد ہے۔لیکن اگر کوئی اِس سے آگے بڑھ کر نشانات اور اِلہامات وغیرہ طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ پسندیدہ فعل نہیں ہے۔اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نشانوں کے بعد اُن کا ایمان قابل قبول نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں ہی مومنوں کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ "اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ"وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔یعنی وہ ایسی بات پر ایمان لاتے ہیں کہ جو ہنوز پردۂ غیب میں ہوتی ہے اور لوگوں پر کُلّیۃً مکشوف نہیں ہوتی۔اور ایسے ایمان سے اَجر و ثواب کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔لہٰذا حق و باطل میں فرق کرنے کیلئے یہی کافی ہوتا ہے کہ چند قرائن جو وجہ تصدیق بن سکیں اپنے ہاتھ میں ہوں اور تصدیق کا پلہ تکذیب کے پلہ سے بھاری ہو۔اب درج ذیل سطور میں خاکسار وہ قرائن درج کرتا ہے جو میرے دعویٰ"غلام مسیح الزماں" کی صداقت پر شاہد ہیں۔

(۱) ابتدائی زندگی کا مختصر تعارف۔خاکسار پیدائشی احمدی ہے۔میری مرحوم والدہ صاحبہ کے بقول خاکسار مارچ ۱۹۵۴ء کی کسی نامعلوم تاریخ کو موضع ڈاور میں پیدا ہوا تھا۔میری والدہ اس عاجز کو بتایا کرتی تھی کہ جب اس عاجز کا والد محترم چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب فوت ہوئے تھے تو اس وقت میں چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا۔میرے محترم والد صاحب ۱۹ستمبر ۱۹۵۴ء کو دو(۲)ماہ علیل رہ کر فوت ہو گئے تھے اور وفات سے پہلے آپ جماعت احمدیہ ڈاور کے سیکرٹری مال تھے۔آپ انتہائی نیک اور دعا گو اِنسان تھے۔محترمہ والدہ صاحبہ اور محترم والد صاحب دونوں موصی تھے اور ربوہ کے پرانے بہشتی مقبرہ میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور خاکسار سب سے چھوٹا ہے۔مرحوم والد صاحب کا تیئیس(۲۳)ایکڑ زرعی رقبہ تھا لیکن ہماری زمین کیلئے نہری پانی بہت کم تھا لہٰذا والد صاحب کی وفات کے بعد ہم نے بڑی غربت میں زندگی گزاری ہے۔خاکسار کی پیدائش زمین پر اپنے ڈیرے پر ہی ہوئی تھی اور میرا بچپن وہیں پر گزرا ہے۔زمین پر مجھے پڑھانے والا کوئی نہ تھا لہٰذا میں کسی سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا۔ہوسکتا ہے میری یتیمی اور میرے دینی لحاظ سے اُمّی رہنے میں بھی بزرگ و برتر ربّ کا کوئی بھید پوشیدہ ہو۔میری والدہ نے ۱۹۶۱ء کے شروع میں مجھے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈاور میں داخل کروایا تھا اور پھر دنیاوی تعلیم میں ایم اے تک خاکسار کا ریکارڈ (record) الحمدللہ بہت اچھا رہا ہے۔اپنا خاندانی پس منظر (family background) بیان کرنے کا میرا مقصد فقط یہ ہے کہ آپ پر واضح کردوں کہ میرا کسی مذہبی گھرانے یا کسی عالم فاضل خاندان سے تعلق نہیں ہے۔اگر میں اپنے بارے میں کہوں کہ میں مذہبی نقطہ نظر سے اُمّی تھا تو یہ غلط نہیں ہوگا۔

خاکسار کی پہلی زندگی ایک اَن پڑھ ماحول اور دیہات میں گزری اور ہاں بچپن سے ہی دل میں آنحضرت ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

میرے پاس کوئی ایسے اعمال اور عبادتیں بھی نہیں تھیں جن کی وجہ سے کسی کے ذہن میں مصلح یا مجدد بن جانے کا کوئی خیال پیدا ہوسکتا ہو۔لیکن بچپن سے ہی میرے پاس یتیمی کے غم اور اپنی بے علمی اور بے عملی کی بدولت شرمندگی کے آنسوؤں کی دولت ضرور تھی۔اور اگلا سارا کام محمدی مریم حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی دعا نے کیا ہے۔

انصر رضا صاحب وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک میری زندگی لاعلمی میں گزری اور جماعت احمدیہ میں لوگوں کی تربیت بھی اس طرح کی گئی ہے کہ خاندان مہدی و مسیح موعودؑ سے باہر میرے ایسا کوئی احمدی تصور نہیں کرسکتا کہ اُسکے وجود میں علیم وخبیر خدا اپنے مہدی و مسیح سے کیا ہوا ایک عظیم الشان وعدہ پورا کرنے والا ہے۔اگرچہ زمین وآسمان کے مالک خدا نے اپنے علم میں اس عاجز کو اِسکی پیدائش سے بھی پہلے ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے مطابق ایک نشان رحمت بنایا ہوا تھا اور پھر پیدائش سے لے کر اپنی عمر کے پونے تیس (۳۰) سال تک اِلہامی پیشگوئی کی چند نشانیاں بھی اُس نے اس عاجز کے وجود میں پوری کی ہوئی تھیں لیکن پھر بھی وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو ہر شئے سے لاعلم رکھا۔ آج سے کم وبیش ستائیس (۲۷) سال پہلے وسط دسمبر ۱۹۸۳ء لاہور میں احمدیہ ہوسٹل (دارالحمد) میں جب میری عمر پونے تیس (۳۰) سال ہوگئی اور خاکسار اپنے ایم اے کے امتحانات سے فارغ ہو چکا تھا تو وہیں ایک مبارک سجدہ میں میری کایا پلٹ دی گئی اور کھلے کھلے طور پر رُوح القدس میرے شامل حال ہوگیا۔(اس واقعہ کی کچھ تفصیل میری کتاب غلام مسیح الزماں کے مقدمہ میں بطور خاص میرے خلیفہ رابع صاحب کے نام دوسرے خط میں موجود ہے) عزیزم! یہ ایک ایسا طاقتور روحانی واقعہ تھا جس نے نہ صرف مجھے میری بنیاد سے ہلا دیا بلکہ مجھے پوری شدت سے اپنی لپیٹ میں بھی لے لیا۔اگر خاکسار اپنی کوشش سے اس سحر سے نکلنا بھی چاہے تب بھی یہ میرے بس کی بات نہیں ہے۔خاکسار کو اس روحانی واقعہ کے بعد خبر دی گئی کہ جس زکی غلام (مصلح موعود) کی حضرت مرزا غلام احمدؑ کو بشارت دی گئی تھی وہ موعود زکی غلام خلیفہ ثانی نہیں تھا بلکہ تو ہے۔پہلی دفعہ جب مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو یہ میرے لیے بہت حیرانی کی بات تھی۔مزید برآں اللہ تعالیٰ نے میری پہلی زندگی کے بارے میں بہت ساری باتیں مجھے بتائیں اور بتایا کہ تو بطور موعود زکی غلام مسیح الزماں ہی پیدا ہوا تھا۔یاد کر وہ باتیں جو تیری ماں نے تجھے کئی دفعہ بتائیں تھیں۔اسکے بعد اس عاجز نے اِن سب باتوں کو یاد کیا اور پھر میں آہستہ آہستہ اپنے ربّ کے حضور لاجواب سا ہوتا چلا گیا۔اِن واقعات میں سے ایک آدھ آپ کو بھی سناتا ہوں۔

یہ یاد رہے کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی جماعت میں اکثریت نیک لوگوں کی ہے لیکن بدقسمتی سے اِن سب کو ایک جبری نظام میں باندھ کر بھیڑ بکریوں کی طرح بے زبان بنا دیا گیا ہے۔یہ عاجز مدعی غلام مسیح الزماں ہونے کے ناطے اپنے مرحوم والد صاحب کی زندگی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔میرے والدین ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت مشرقی پنجاب کے ضلع لدھیانہ سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔میرے محترم والد صاحب نے کوئی طویل عمر نہیں پائی اور ۴۹ سال کی درمیانی عمر میں فوت ہوگئے تھے۔میرے والد صاحب تین بھائیوں کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔اس لحاظ سے آپ اپنی برادری میں سب سے بڑھ کر صاحب حیثیت تھے۔اِسکے باوجود آپ مسکین طبع اور درویش مزاج تھے۔آپ نے زندگی بھر دنیوی اُمور میں نہ زیادہ دلچسپی لی اور نہ ہی اِن میں ملوث ہوئے۔آپ قانع تھے اور قناعت کو پسند کرتے تھے۔آپ نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہوا تھا۔آپ احمدیت کے شیدائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملہ میں بہت حساس اور محتاط تھے۔ہماری زمین کے اردگرد خودرو جھاڑیوں کا ایک ریتلا صحرا تھا۔خاکسار یہاں اپنے والد صاحب کی نیکی اور زہدوتقویٰ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔میری مرحوم والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ مجھے کئی دفعہ بتایا تھا۔میرے والد صاحب نے اپنی آدھی سے زیادہ زمین مزارعین کو دے رکھی تھی۔جب یہ مزارعین رات کو آبپاشی کیا کرتے تو آدھی رات کے بعد وہ کھیتوں کے نزدیک جھاڑیوں میں سے میرے والد صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے۔یہ مزارعین صبح ہونے پر اپنی بیویوں کو بتاتے کہ ہم رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری شیر محمد کی رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔مزارعین کی بیویاں میری والدہ صاحبہ سے پوچھتیں کہ کیا تمہارے گھر میں میاں بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہے؟ ہمارے خاوند ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ اکثر رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے ہیں۔میری والدہ نے اُنہیں سمجھایا کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور الحمدللہ ہم بہت خوش ہیں۔میرا خاوند خدا پرست انسان ہے اور آدھی رات کے بعد وہ باہر جا کر تنہائی میں اپنے ربّ کے حضور اِلتجائیں اور دعائیں کرتے ہیں۔مجھے علم ہے بلاشبہ ہم احمدیوں میں سے اکثریت کے والدین نیک ہونگے اور میرے محترم والد صاحب کی ایسی پاک زندگی میرے دعویٰ کیلئے شاید کسی کے واسطے کافی دلیل نہ ہو سکے لیکن یہ بھی کبھی نہ بھولیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایسے دعا گو باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا (جس کو وہ اپنی وفات کے وقت انسانوں کی بجائے اپنے خدا کے سپرد کر کے گیا ہو) بڑا ہو کر جھوٹی عزت اور شہرت کی خاطر خدا کے نام پر جھوٹ بولنا شروع کردے؟ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں موعود زکی غلام کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ''اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا''۔پیشگوئی کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں آئندہ ظاہر ہونیوالا یہ موعود زکی غلام یقیناً یتیم ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے مبشر اِلہامی کلام میں ایسے الفاظ کسی یتیم بچے کے متعلق ہی فرمائے گا۔

یہ عاجز چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا جب میرے محترم والد صاحب اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں دے کر اِس دارالفنا سے کوچ کر گئے اِناللہ وانا الیہ راجعون۔محترم والد صاحب نے اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں کیسے دیا؟ یہ واقعہ بھی میری مرحوم والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ نے مجھے وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کئی دفعہ بتایا تھا لیکن اِلٰہی

انکشاف سے پہلے میں اسے بھی ہمیشہ ایک معمولی واقعہ سمجھتا رہا۔ یہ ضمنی واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ میرے والد صاحب کی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔ جب میرے والد صاحب بسترِ مرگ پر تھے تو میری دونوں پھوپھیاں اپنے اکلوتے بھائی کو ملنے کیلئے ہمارے گھر آئیں۔ میرے والد صاحب کی وفات کے چند دن پہلے ایک دن میری دونوں پھوپھیاں اپنے بھائی کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ میری چھوٹی پھوپھی نے اس عاجز کو اپنی باہوں میں لے کر اپنے بیمار اور قریب المرگ بھائی سے بڑی درد بھری آواز میں کہا کہ بھائی آپکے دوسرے بچے تو کچھ بڑے ہیں لیکن عبدالغفار تو صرف چھ ماہ کا ہے۔ آپ اِسے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں؟ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے میرے والد صاحب نے جواباً خاموشی کیساتھ اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر اشارتاً اُنہیں بتایا کہ میں نے اس شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ واضح ہو کہ بالعموم ہر فوت ہونیوالا وجود اپنے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر کے ہی جاتا ہے اور پھر یہ بھی کہ بلاشبہ میری طرح جماعت احمدیہ میں بہت سارے بچے یتیم ہوئے ہونگے حتیٰ کہ بہت سارے ایسے احمدی بھی ہوں گے جو پیدا ہی یتیم ہوئے ہونگے۔ لیکن سوال ہے کہ اس وقت جماعت احمدیہ میں کوئی ایسا احمدی ہے جس کے والد نے مرتے وقت اُسے میری طرح بطور خاص اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیا ہو؟ مجھے یقین ہے شاید میرے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا اور اس طرح جب میں وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کی اپنی سابقہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو بلاشبہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کے زیرِ سایہ ہی گزری ہے۔

خاکسار نے میٹرک تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے پاس کیا تھا۔ ہائی سکول میں میرے سائنس کے مضامین تھے۔ میٹرک میں نے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور سکول میں میری تیسری پوزیشن تھی۔ منیر احمد جاوید جو خلیفہ رابع صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے ہیں اور آجکل بھی شاید موجود خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری ہوں وہ دسویں کلاس میں میرے کلاس فیلو تھے۔ میٹرک کے بعد میں نے تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لیا لیکن اپنی تعلیم باقاعدگی کیساتھ جاری نہ رکھ سکا۔ کچھ وقت کیلئے میں نے اپنے بھائیوں کو یہ بتانے کیلئے کہ کھیتی باڑی کس طرح کرنی چاہیے زمین پر بھی کام کیا۔ اِس دوران میں نے انفرادی (privately) طور پر ایف اے اور بی اے کے امتحانات اچھے نمبروں میں پاس کر لیے۔ آغاز سے ہی میرے بھائیوں نے میرے دِل میں علم کا شوق اور جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ اپنے تعلیمی سفر (career) کے دوران خاکسار ہمیشہ کلاس کا خاموش ترین طالبعلم رہا ہے۔ میرے تمام ہم جماعت (classfellows) اِس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ میری یہ خاموشی خود ساختہ نہیں تھی۔ اچھی یا بُری بہر حال یہ میری فطرت کا حصّہ تھی۔ دورانِ تعلیم میں ایک اچھا طالبعلم رہا ہوں۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں ایک ذہین طالبعلم تھا تب بھی یہ غلط نہیں ہے لیکن میں غیر معمولی یا سخت ذہین وفہیم ہرگز نہیں تھا۔ مجھے اپنی آپ بیتی سے اب یقین ہو گیا ہے کہ اِنسان پیدائشی طور پر سخت ذہین وفہیم نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہے جو اُنہیں سخت ذہین وفہیم بنایا کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کس طرح سخت ذہین بناتا ہے۔؟؟؟ ثبوت کے لیے میں یہاں اِسحاق نیوٹن کی مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ اسحاق نیوٹن (Sir Isaac Newton1643-1727) دورانِ تعلیم ایک عام سا (normal) طالبعلم تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے سخت ذہین وفہیم کیسے بنایا۔؟؟؟؟؟ نیوٹن کا ایک ہم عصر مصنف (William Stukeley) اپنی کتاب (Memoirs of Sir Isaac Newton's Life) میں نیوٹن سے اپنی گفتگو کا ایک واقعہ لکھتا ہے جس میں نیوٹن نے اُسے کہا تھا:۔

"When formerly, the notion of gravitation came into his mind. It was occasioned by the fall of an apple, as he sat in contemplative mood.Why should that apple always descend perpendicularly to the ground ,thought he to himself.Why should it not go sideways or upward ,but constantly to the Earth's center."

’’پہلے پہلے کشش ثقل کا خیال جب میرے ذہن میں آیا تو میرے غور وفکر کے دوران ایک سیب کا گرنا اِس کا باعث بنا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ سیب ہمیشہ زمین کی طرف عمودی حالت میں کیوں گرتا ہے۔؟ یہ پہلوؤں کی جانب یا اوپر کی طرف جانے کی بجائے ہمیشہ زمین کے مرکز کی طرف کیوں گرتا ہے۔؟‘‘

اسی طرح مائیکل وائٹ (Michael White) نے اِس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"Newton himself often told that story that he was inspired to formulate his theory of gravitation by watching the fall of an apple from a tree."(White,Michael(1997).Isaac Newton:The Last Sorcerer.p.86)

’’نیوٹن نے اکثر خود یہ بیان کیا کہ درخت سے سیب گرنے کے مشاہدے کے وقت اِلہام کے نتیجہ میں میں نے کشش ثقل کا نظریہ وضع کیا تھا۔‘‘

یہ یاد رہے کہ ہم جانتے ہیں کہ زمین پر سیب کا گرنا ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ نیوٹن سے پہلے بھی بہت سارے لوگوں نے سیبوں یا اینٹوں حتیٰ کہ پتھروں کو زمین پر گرتے دیکھا ہوگا۔ اس قسم کے واقعات میں بیشمار لوگوں کے سر بھی زخمی ہوئے ہونگے لیکن ان میں سے کسی کی اِس معمولی واقعہ پر توجہ مرکوز نہ ہوئی کہ چیزیں زمین کی طرف کیوں گرتی ہیں؟ جب نیوٹن نے سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اِسی لمحہ اُسے اِشارہ ہوا کہ یہ سیب زمین پر کیوں گرا ہے۔؟؟؟ یہ سیب اوپر کی طرف کیوں نہیں گیا؟ واضح رہے کہ وحی اور اِلہام کے لغوی معانی ہیں

(۱) کسی کام پر مبعوث کرنا (۲) دل میں بات ڈالنا (۳) اشارے سے بات سمجھانا (۴) کسی پیغامبر کی معرفت پیغام بھیجنا (۵) لکھنا (۶) دوسروں سے چھپا کر بات کرنا (۷) حکم دینا وغیرہ۔

میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ اِشارہ اور یہ سوال دونوں نیوٹن کیلئے بڑے مبارک ثابت ہوئے۔ اگر یہ اِشارہ نیوٹن کو نہ ہوتا اور اگر یہ سوال اُسکے ذہن میں پیدا نہ ہوتا تو قانون کشش ثقل (Law of Gravitation) کیسے دریافت ہوتا؟ سیب کے گرنے کے متعلق اِشارے اور اِسکے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے سوال نے نیوٹن کو غیر معمولی یا سخت ذہین وفہیم بنا دیا ثانیاً۔ ساڑھے تین سو سال پہلے جب نیوٹن نے اپنے اِردگرد کے لوگوں سے یہ کہا ہوگا کہ ''زمین چیزوں کو اپنے مرکز کی طرف کھینچتی ہے''۔ تو یقیناً شروع شروع میں بعض لوگ اُس پر ہنسے ہونگے۔ ہوسکتا ہے بعض نے یہ بھی کہہ دیا ہو کہ اَرے نیوٹن! کیا تم پاگل ہوگئے ہو؟ جب کوئی چیز زمین پر گرتی ہے تو اِس عمل میں زمین کی کشش کہاں سے آ گئی؟ چیزیں تو ہمیشہ اوپر سے نیچے کی طرف ہی گرا کرتی ہیں۔ یہ اوپر کی طرف تو نہیں اُڑسکتیں؟ یہ ایک عام فہم سا واقعہ ہے۔ اِس میں نیا پن کیا ہے؟ وغیرہ۔ میرے محترم۔ امر واقع یہ ہے کہ یہ ایک عام سا واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ وہ واقعہ تھا جس نے نیوٹن کو جدید سائنس کا امام بنا دیا۔

(۲) خاکسار کی روحانی واردات کا آغاز۔ ۱۹۷۸ کی بات ہے تب میں بی اے کا طالبعلم تھا اور میں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے صمیم قلب سے پختہ عزم کیا ہوا تھا۔ یہ میری دلی خواہش تھی کہ جب میں پی ایچ ڈی کیلئے مقالہ لکھوں تو اِس میں اِسلام کو سرمایہ داری (capitalism) اور اشتراکیت (communism) کے مقابلہ میں ایک بہترین اور قابل عمل نظام ثابت کروں۔ اِس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ اِس قسم کے خیالات کہاں سے اور کیوں میرے دل ودماغ میں آتے ہیں۔ اِن دنوں میں نے آگے پیچھے کافی مبارک خوابیں دیکھی تھیں۔ یہاں میں صرف ایک خواب کا ذکر کرتا ہوں کیونکہ اس کا میرے روحانی واقعہ سے تعلق ہے۔ خواب سے پہلے ایک عجیب وغریب واقعہ بھی لکھتا ہوں جس کا خواب سے گہرا تعلق ہے۔ ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے آغاز کی بات ہے کہ ایک دن میں ڈاور سے ربوہ اپنے گھر جو دارالصدر غربی میں واقع ہے شام کے وقت آیا۔ نمازِ عشاء سے پہلے میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں کچھ منظوم فقرات پیدا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ میں نے زندگی میں کبھی شعر نہیں کہے اور نہ ہی طبیعت اِس طرف مائل ہے لیکن پھر بھی یہ فقرات کچھ منظوم تھے۔ ہوسکتا ہے یہ منظوم فقرات شاعری کے معیار پر پورے نہ اُترتے ہوں لیکن بلاشبہ ان میں شاعرانہ ہیجان اور چاشنی ضرور پائی جاتی ہے۔ چند منٹوں کے بعد میں نے یہ منظوم فقرات لکھ لیے۔ اگلے دن میں نے محسوس کیا کہ یہ تو بڑی عظیم الشان دعا ہے اور اِسے نماز میں پڑھنا چاہیے۔ میں نے یہ منظوم فقرات اپنی ماں کو بھی پڑھ کر سنائے اور دیگر چند دوستوں کو بھی سنائے اور اُنہیں نصیحت کی کہ یہ دعا آپ بھی نماز میں پڑھا کریں۔ میں خود بھی اِس دعا کو حسب توفیق نماز میں پڑھتا رہا۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب یہ فقرات میرے دل میں پیدا ہوئے تھے تو اِس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ یہ فقرات غائب سے میرے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ یہ منظوم فقرات درج ذیل ہیں:۔

ایک عظیم الشان منظوم دُعا

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں
در در کی ٹھوکریں، اے مالک میں کھا رہا ہوں

تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے
اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھا دے

ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا، ہو فکر مجھ کو ہر دم

اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمع ہدایت، ہر گھر میں، میں جلاؤں

اسلام پرجیؤں میں،اسلام پر، مروں میں
ہرقطرہ اپنےخوں کا ،اس کی نظرکروں میں
برائی سے بچوں ،اور زباں پہ ہو صداقت
تیرےچمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

منظوم دعائیہ اشعار سے متعلقہ واقعہ کے چند ماہ بعد میں ایک خواب دیکھتا ہوں۔ربوہ اور لالیاں کے درمیان ایک ندی تھی جو اب خشک ہو چکی ہے۔دریائے چناب میں جب کبھی اونچے درجے کا سیلاب آتا ہے تو سیلابی پانی سے یہ ندی بھی بھر جاتی ہے۔''خواب میں دیکھتا ہوں کہ اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ندی کے شمال مغربی کنارے پر میں خواب میں اچانک اپنے آپ کو حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا پاتا ہوں۔حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔''غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دُعا کرو''۔میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دعا کیلئے اُٹھا لیے اور اِس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور درج بالا منظوم دُعائیہ اشعار پڑھ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

(۳) پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ۔۱۹۸۱ء کے شروع میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر میں پنجاب یونیورسٹی لاہور میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنی غربت کے باعث ایسا نہیں کرسکتا تھا۔اس وقت میرے پاس موروثی سات (۷) ایکڑ زرعی زمین کے تھے۔میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے یہ زمین رہن رکھ کر کچھ رقم حاصل کر لی۔پولیٹیکل سائنس میں ماسٹر کرنے کیلئے میں شعبہ سیاسیات میں داخل ہو گیا۔پندرھویں (fifth year) کلاس میں کل پانچ پیپروں میں سے دو (۲) پیپر سیاسی فلسفہ (political thought) کے تھے۔(۱) مسلم سیاسی فلسفہ (۲) مغربی سیاسی فلسفہ۔مغربی سیاسی فلسفہ کے تحت ہم نے بہت سارے مغربی سیاسی مفکرین بشمول سقراط (Socrates)،افلاطون (Plato) اور (Aristotle) ارسطو کا مطالعہ کیا۔سقراط کا مطالعہ کرتے وقت ہم نے اُس کے مشہور و معروف تصور ''نیکی علم ہے'' (Virtue is Knowledge) کو بھی پڑھا۔اِس سقراطی تصور کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھتے ہوئے اِسکی یہ تشریح کی گئی تھی کہ اگر کسی انسان کے پاس نیکی یعنی نیک کام کا علم ہو تو پھر وہ نیک کام کرسکتا ہے۔میرے دل ودماغ نے سقراطی تصور کی اِس تشریح کو قبول نہ کیا۔میرے دل ودماغ میں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ ضرور اِس سقراطی تصور کا مطلب کچھ اور ہے اور اِس پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔(اس وقت مجھے قطعاً احساس نہ ہوا کہ یہ اشارہ اور سوال میرے دل میں غائب سے ڈالے گئے ہیں۔ناقل) اِس وقت بہر حال امتحان کا دباؤ تھا۔میں نے امتحانی نقطۂ نظر سے مروجہ تشریح کو ذہن میں رکھا اور دل میں ٹھان لی کہ جب کبھی کچھ وقت میسر آیا تو اِس سقراطی تصور ''نیکی علم ہے'' پر ضرور غور وفکر کرکے اِسکی ماہیت جاننے کی کوشش کرونگا۔ستمبر ۱۹۸۳ء میں خاکسار ایم اے کے امتحانات سے فارغ ہو چکا تھا۔مجھے یقین تھا کہ میں بہت اچھے نمبروں میں کامیاب ہونگا۔میں نے مزید اعلیٰ تعلیم کیلئے چند غیر ملکی یونیورسٹیوں کو لکھا اور جواباً اُنہوں نے مجھے اپنے کیفیت نامے (prospectus) بھیجے۔ہر یونیورسٹی کا پیشگی دس ہزار ڈالر (10000$) کا مطالبہ تھا جس میں سالانہ فیس کے علاوہ دیگر اخراجات شامل تھے۔اس وقت میرے پاس فروخت کرنے کیلئے سوائے اپنے والد صاحب کے ربوہ کے مکان کے اور کچھ نہیں تھا۔لیکن میرا یہ مکان بھی میرے بھائیوں کے قبضہ میں تھا۔میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔اس وقت میں تو اپنی دنیوی تعلیم کی تکمیل کیلئے فکر مند تھا لیکن تقدیر نے میرے لیے کوئی اور فیصلہ کر رکھا تھا۔۔۔۔من در چہ خیالم وفلک در چہ خیال

مدد کیلئے درخواست۔میں نے خلیفہ ثالث کے بہت سارے خطبات سنے ہوئے تھے۔آپ نے اپنے خطبات میں بہت دفعہ کہا تھا کہ کوئی بھی ذہین احمدی بچہ مالی مشکلات کی وجہ سے ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔اِس مشکل وقت میں مجھے مرزا طاہر احمد کا وہ وعدہ یاد آ گیا جو آپ نے کسی زمانے میں میرے ساتھ کیا تھا۔(اس وعدہ کی تفصیل میری کتاب غلام مسیح الزماں کے مقدمے میں موجود ہے۔ناقل) اس وقت مرزا طاہر احمد صاحب صرف مرزا طاہر احمد نہیں تھے بلکہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ رابع بھی تھے۔اکتوبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار نے ایک خط لکھ کر اُنہیں اِن کا وعدہ یاد دلایا۔میں نے اپنی تعلیم کی تکمیل کیلئے اُنہیں وظیفہ کیلئے درخواست کی تھی۔میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر مجھے وظیفہ دینا جماعت کیلئے ممکن نہ ہو تو مجھے قرض حسنہ دیدیا جائے۔تعلیم مکمل کرنے کے بعد میرے لیے جتنی جلدی ممکن ہوا میں یہ قرض حسنہ واپس کردونگا۔خلیفہ رابع صاحب نے میرے خط کا جو جواب دیا وہ میرے لیے کافی عجیب اور مایوس کن تھا۔اُنہوں نے میری درخواست کو نہ ہی منظور کیا اور نہ ہی ردّ کیا۔بڑا سیاسی قسم کا جواب تھا۔اُنہوں نے مجھے لکھا کہ اگر ناظر تعلیم (Minister of education) آپ کو وظیفہ دے دے تو میں اِس میں مداخلت نہیں کروں گا۔اِس طرح خلیفہ رابع صاحب نے اپنا وعدہ پورا کرنے کی بجائے ٹال مٹول کر کے مجھے ناظر تعلیم صاحب کے پاس بھیج دیا۔بعد ازاں جب میں ناظر تعلیم صاحب سے ملا اور خلیفہ رابع صاحب کا خط اُنکے آگے رکھا تو اُنہوں نے فوراً کسی مدد سے اِنکار کر دیا۔بہر حال خلیفہ رابع صاحب کے جواب نے مجھے اِنتہائی مایوس اور افسردہ کر دیا۔مجھ پر غموں اور مایوسیوں کا پہاڑ آن گرا۔میرا دل ٹوٹ گیا اور وہ وعدہ جسے میں عرصہ سے بت بنا کر

پوجتا پھر رہا تھا چور ہو گیا ۔ دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی ۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی

بعض اوقات زندگی کے حوادث کس طرح اِنسانی زندگی کا رُخ موڑ دیتے ہیں اور بظاہر دل شکنی، مایوسی، ناکامی اور اِبتلاء اپنے اندر کس قدر بہتری اور رحمت (Blessing) کا پیغام لاتا ہے اِنسان اِس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اِنسان جب کسی اِبتلاء سے گزرتا ہے تو اُسے دکھ ہوتا ہے، کبھی کبھی مایوسی اس کے رگ و پے میں پھیل جاتی ہے اور بعض اوقات وہ اپنے آپ کو کوسنے لگتا ہے لیکن وقت گزرنے کے بعد اِس پر راز کھلتا ہے کہ اِس مایوسی، مشکل، ناکامی اور اِبتلاء میں اُس کیلئے بہتری اور کامیابی پوشیدہ تھی۔ اگر خلیفہ رابع صاحب اپنے وعدہ کے مطابق مجھے وظیفہ یا قرض حسنہ دے دیتے اور میرا دِل نہ ٹوٹتا تو زیادہ سے زیادہ کسی غیر ملکی یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے میں کسی کالج یا یونیورسٹی میں پروفیسر ہو جاتا۔ اب میں سوچتا ہوں کہ قدرت نے میری مدد کی درخواست کے اِسترداد کو میرے لیے رحمت بنا دیا۔ جس ناکامی نے مجھے بظاہر غمزدہ کیا اِسی ناکامی میں میری کامیابی پوشیدہ تھی۔ لہٰذا ہمیں وقتی طور پر مسائل، مصائب اور ناکامیوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنی قسمت کو نہیں کوسنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے اِنہی ناکامیوں میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہو۔ جب ایک ٹوٹے ہوئے دل سے دعا نکلتی ہے تو ہمارا مالک اور پیدا کرنیوالا کسی مضطرب کی دعا کو کس طرح اور کس جلدی سے شرفِ قبولیت بخشتا ہے مجھے بھی اس کا علم نہیں تھا۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (النمل۔۶۳) بھلا کون کسی بے قرار کی فریاد کو سنتا ہے جب وہ اُسے پکارتا ہے اور (اِسکی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنیوالے انسانوں) کو (ایک دن) ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا (اس قادرِ مطلق) اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ تم میں سے بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہیں۔

اسی ضمن میں میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں ۔ مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے ڈھا دے جو کج ڈھیندا ھا اِک بندیاں دا دِل ناں ڈھائیں ربّ دِلاں وچ رِیندا ھا

(۴) احمدیہ ہوسٹل دارالحمد میں ایک مبارک سجدہ۔ نومبر ۱۹۸۳ء کے شروع میں خاکسار اِسی غمزدہ حالت میں ربوہ سے واپس لاہور چلا آیا۔ جب اہلِ دنیا مجھے چھوڑ گئے اور خدا کے بنائے ہوئے خلیفوں کے وعدے بدل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے میری غمگساری فرماتے ہوئے مجھے اپنی مدد کا پختہ یقین دلایا۔ اُس نے مجھے تسلی دی اور اپنی رحمت کی چادر میں مجھے لپیٹ لیا (امرِ واقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مجھے پیدائشی طور پر ہی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹا ہوا تھا لیکن مجھے اِسکی خبر نہیں تھی)۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اس کائنات کا ایک زندہ اور قادر خدا ہے جو ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اُس کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ اس بے بسی اور بے قراری کی حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا کھلا کھلا اظہار مجھ پر فرمایا اور اُس کا کھلا کھلا پیار میرے شامل حال ہو گیا۔ مثل مشہور ہے کہ ''رحمتِ حق بہانہ می جوید'' مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔ میرے لیے یہ بہانہ کیسے بنا؟ یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ اِن دنوں لاہور میں احمدی طلباء کی ایک ٹیلنٹ کلب (Talent club of ahmadiyya students) تھی۔ خاکسار بھی اِس کلب کا ممبر تھا۔ کلب کے ماہانہ اجلاس میں کسی ممبر نے اپنے مضمون (subject) میں سے کوئی موضوع (topic) لے کر اُس پر قرآن کریم کی روشنی میں لیکچر دینا ہوتا تھا۔ جب میں ربوہ سے لاہور واپس گیا تو کلب کے منتظم نے مجھے ماہ دسمبر کے اجلاس میں لیکچر دینے کیلئے کہا۔ میں نے حامی بھر لی۔ میں نے اِن دنوں ''سقراطی تصور'' نیکی علم ہے'' پر غور و فکر شروع کر رکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اِسی نظریہ کے متعلق ماہانہ اجلاس میں لیکچر بھی دے دونگا۔ بظاہر یہ سقراطی نظریہ (virtue is knowlrdge) بہت سادہ اور آسان لگتا ہے لیکن جب میں نے اِسکے متعلق غور و فکر کیا تو یہ ایک اِنتہائی مشکل معمہ ثابت ہوا۔ جب میں نے بعد میں فلسفہ کا مطالعہ کیا تو مجھے علم ہوا کہ سقراط کے اس ''تصور'' کو دنیائے فلسفہ میں بطور اخلاقی نظریہ (ethical theory) سمجھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ جبکہ امرِ واقع یہ ہے کہ یہ نظریہ اخلاقی نظریہ کی بجائے ایک علمی نظریہ (theory of knowledge) تھا کیونکہ اِس نظریہ میں علم کو نیکی کیساتھ تشبیہ دے کر علم کی ماہیت کو سمجھنے کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ جب تک ہمیں ''نیکی کی ماہیت'' کا پتہ نہیں چلتا اُس وقت تک ہم علم کو نہیں جان سکتے کیونکہ اِس نظریہ کے مطابق نیکی اور علم ایک ہی شئے (one and the same) کے دو نام ہیں۔ اب میری مشکل یہ تھی کہ نیکی کیا ہے؟ میں نے دو یا تین ہفتے تک بڑی محنت کی اور اپنی ذہنی صلاحیتوں کا انتہائی حد تک استعمال کیا لیکن نتیجہ صفر تھا۔ اس وقت مجھے شرمندگی محسوس ہوئی کہ اگرچہ میں نے ایم اے کیا ہے اور میں ایک بہترین طالبعلم ہوں لیکن مجھے یہ تک پتہ نہیں کہ علم کیا ہے؟ اسی سوچ بچار میں وسط دسمبر کے قریب جمعہ کا ایک مبارک دن آ گیا۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد اپنے کمرے میں آ کر میں نے پھر نیکی کی ماہیت کے متعلق غور و فکر شروع کر دیا۔ اِس وقت میں جسمانی اور ذہنی طور پر کافی تھک چکا تھا۔ میں خیال کرنے لگا کہ نیکی کی ماہیت کو جاننا میرے بس کی بات نہیں۔ اس وقت میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ کیوں نہ اِس سوال کا جواب علیم و خبیر ہستی سے پوچھا جائے۔ میرے دل میں دعا کیلئے کافی جوش پیدا ہو گیا۔ میں چارپائی پر بیٹھے بیٹھے قبلہ رُخ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ حصول علم کیلئے اللہ تعالیٰ نے چند دعائیں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو اِلہام فرمائی ہوئی تھیں۔ میں نے یہ اِلہامی دعائیں زبانی یاد کی ہوئی تھیں اور میں اِن دعاؤں کو حسبِ توفیق نماز میں بھی پڑھا کرتا تھا۔ میں نے سجدہ میں اِن اِلہامی دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ اِلہامی دعائیں درجِ ذیل ہیں:۔

(۱) رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا۔ (سورۃ طٰہٰ ۔۱۱۵/تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے رب! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رَبِّ عَلِّمۡنِیۡ مَا ھُوَ خَیۡرٌ عِنۡدَکَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے رب! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رَبِّ اَرِنِیۡ اَنۡوَارَکَ الۡکُلِّیَّۃَ۔ (تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رَبِّ اَرِنِیۡ حَقَآئِقَ الۡاَشۡیَاءِ۔ (تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے اَزلی ابدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔ (تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

انصر رضا صاحب۔ حضورؒ کی اِن الہامی دعاؤں کو میں سجدہ میں آٹھ (۸) سے دس (۱۰) منٹ تک پڑھتا رہا۔ اِس حالت میں نہ صرف مجھے احساس ہوا بلکہ یقین بھی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری فریاد سن لی ہے۔ اور سجدے میں ہی ''نیکی کی ماہیت'' کے متعلق بہت سارا علم میرے دل و دماغ میں سرایت کر گیا اور میری کایا پلٹ گئی۔ سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں بہت خوش تھا اور میری تمام جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔ اس وقت خاکسار آپ کو حلفاً کہتا ہے کہ سجدہ سے اُٹھنے کے بعد میں سجدہ میں جانے سے پہلے والا عبدالغفار نہیں تھا بلکہ ایک نیا عبدالغفار تھا۔ میں نہیں جانتا کہ سجدہ میں میرے ساتھ کیا ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے:۔ ''اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَآ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ'' اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (سورۃ یٰسین ۔۸۳) شاید کچھ ایسی ہی بات سجدہ میں میرے ساتھ ہو گئی تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟ اُسی دن یا اگلے دن شام کے وقت "Virtue is God" کا مجھے اِلہام ہو گیا۔ اِسکے بعد خدا کی قسم ؎

جو ہمارا تھا وہ اب دِلبر کا سارا ہو گیا ۔ آج ہم دِلبر کے اور دِلبر ہمارا ہو گیا

شکر للہ! مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل۔ کیا ہوا گر قوم کا دِل سنگ خارا ہو گیا

اِس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہو گیا کہ میری سوچ اور کوشش کے بغیر اچانک بعض معلومات میرے دل و دماغ میں آنی شروع ہو گئیں۔ اس پر میں نے محسوس کیا کہ مذہب اور علم سے متعلق گہرے سربستہ راز (mysteries) کا غیب سے مجھ پر انکشاف کیا جا رہا ہے۔ پھر اِنہی اطلاعات (informations) کی روشنی میں خاکسار نے اِلٰہی نظریہ (Divine theory) ''نیکی خدا ہے'' (Virtue is God) لکھا۔ جب میں نے یہ اِلٰہی نظریہ لکھ لیا تب مجھے بتایا گیا کہ دیکھ یہ اِلٰہی نظریہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں بیان فرمودہ زکی غلام کی مخصوص نشانیوں سے منضبط ہوا ہے۔ لہٰذا اِس کا دوسرا نام ''۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت'' بھی ہے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کا حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے کسی جسمانی لڑکے پر اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ سب پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ بشارت سے باہر ہیں۔ اِس وجہ سے خلیفہ ثانی کا دعویٰ مصلح موعود قطعی طور پر ایک جھوٹا دعویٰ تھا۔ وہ زکی غلام (مصلح موعود) نہیں تھا بلکہ وہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد آنے والی جماعت میں ایک مصلح موعود کی بعثت کی وجہ بننے والا تھا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد سے اب تک جو کچھ میں نے لکھا ہے یا آئندہ لکھوں گا یہ سب اس مبارک سجدے کا ثمر ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

(۱) واضح ہو کہ کوہِ طور پر آگ دیکھنے کے بعد جو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ہوا، غارِ حرا میں جو محسن انسانیت سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہوا، گورداسپور میں ایک رات جو حضرت مرزا غلام احمدؑ کے ساتھ ہوا وہی کچھ احمدیہ ہوسٹل دارالحمد لاہور میں ایک مبارک سجدہ میں میرے ساتھ ہو گیا۔ جس طرح ان روحانی واقعات میں یہ سب پاک اور چنیدہ وجود مخصوص مقاصد (missions) کیلئے مقرر یا مامور فرما دیئے گئے تھے اِسی طرح یہ عاجز بھی اپنے روحانی واقعہ میں جماعت احمدیہ کی اصلاح کیلئے مقرر فرما دیا گیا اور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس واقعہ سے پہلے میری زندگی میں اس قسم کا کوئی خیال میرے خواب و خیال میں بھی نہیں آیا تھا اور یہ سب کچھ میرے ساتھ اچانک ہوا۔

(۲) کوئی اِنسان بھی سوال کی اہمیت سے اِنکار نہیں کر سکتا (سوائے جماعت احمدیہ قادیانی گروپ کے جو کہتی ہے سوال نہیں صرف اطاعت)۔ حتیٰ کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تو ''سوال'' کو ''نصف علم'' قرار دیا ہے۔ نیوٹن نے کہا کہ جب اُس نے ایک سیب کو زمین پر گرتے دیکھا تو اُسکے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہ سیب اوپر کی بجائے زمین کی طرف کیوں گرا ہے؟ اُس نے کہا کہ اِس وقت مجھے اِلہام ہوا تھا۔ بلاشبہ نیوٹن نے یہ سچ کہا تھا۔ مزید برآں مجھے یقین ہے کہ جب پہلے پہلے نیوٹن نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو کہا ہو گا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو اُن میں سے بہت سارے بیوقوف اُس پر ہنسے ہونگے۔ شاید انگلش چرچ نے بھی کہہ دیا ہو کہ نیوٹن بیچارہ دماغی فتور میں مبتلاء ہو گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایسا ہی واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا۔ یونیورسٹی میں جب پہلی دفعہ سقراطی تصور ''نیکی علم ہے'' (Virtue is Knowledge) میری نظروں سے گزرا اور میں نے اِسکی تشریح کو پڑھا تو میرے دل میں بھی یہ سوال ڈالا گیا کہ سقراطی تصور کے یہ معنی نہیں ہیں جو آج تک سمجھے گئے ہیں۔ اِس تصور کی حقیقت کچھ اور ہے جو اس میں پوشیدہ ہے۔ فائنل اِمتحان کے بعد پھر ایسے حالات پیدا ہوتے چلے گئے کہ یہ سقراطی نظریہ میرے سامنے آ گیا اور میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِس پر غور و فکر شروع کر دیا۔ لیکن میں اِنتہائی عقلی کوشش کے باوجود بھی اِسکی حقیقت کو نہ جان سکا اور جانتا بھی کیسے کیونکہ علم و عرفان اِنسانی عقل سے بالا ہے؟ اس ضمن میں حضورؑ فرماتے ہیں۔

''اے عزیزو! اے پیارو!! کوئی انسان خدا کے اِرادوں میں اس سے لڑائی نہیں کرسکتا۔ یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدائے تعالیٰ کا الہام ہے جو خدائے تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اسکے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے اوراس طرح پر دنیا کو تباہ کرے بلکہ اسکے اِلہام اور مکالمے اور مخاطبے کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں ان کو اُنکی راہوں سے ڈھونڈو۔ تب وہ آسانی سے تمہیں ملیں گے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳)

پھر سجدہ کی حالت میں اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اِس سقراتی تصور کا عقدہ مجھ پر کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ یہ سقراطی تصور کوئی اخلاقی نظریہ (ethical theory) نہیں ہے۔ یہ علمی نظریہ (theory of knowledge) ہے کیونکہ اِس میں علم کی ماہیت بیان کی گئی ہے۔ اِس نظریہ میں بتایا گیا ہے کہ ''نیکی'' اور ''علم'' ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اب میرے آگے اگلا سوال یہ تھا کہ اے مہربان یہ حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے اِلہامی طور پر بتایا کہ یہ وہی حقیقت ہے جس کو تم مذہبی زبان میں خدا کہتے ہو۔ اور پھر میرے آگے اگلا سوال یہ تھا کہ خدا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ اِنکشاف فرمایا کہ وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر حق'' (Supreme Ultimate Universal Truth) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی وہ ''علم'' ہے جسے تم جاننے کی کوشش کر رہے ہو۔ یہاں پر میں آپ کو کسی منطقی بحث میں نہیں اُلجھاؤں گا۔ جسے دلچسپی ہو وہ میری ویب سائٹ سے یہ اِلٰہی نظریہ (Virtue is God) پڑھ سکتا ہے۔ یہی اِلٰہی نظریہ میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے دوسرے حصہ میں بطور ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' اُردو میں ترجمہ شدہ موجود ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیب گرنے کے ایک معمولی واقعہ سے نیوٹن کو اِلہام کر کے اُسے جدید سائنس کا امام بنا دیا بالکل اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے حضرت مہدی و مسیح موعود کے اِس موعود زکی غلام کے دل میں پہلے نیکی کی ماہیت سے متعلق سوال ڈالا اور پھر اِلہامی طور پر ''نیکی کی ماہیت'' کا علم دے کر نہ صرف اُسے سقراطی نظریہ علم (نیکی علم ہے) کی حقیقت سے آگاہ فرمایا بلکہ مجھے یقین ہے اُس پر ایک اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ (نیکی خدا ہے) کا اِلہام فرما کر اُسے ہمیشہ ہمیش کے لیے دنیائے علم وحکمت کا امام بھی بنا دیا ہے الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ آزمائش شرط ہے۔؟؟؟؟؟؟

انصر رضا صاحب۔ صاحب اِلہام ہونا اتنا بڑا دعویٰ نہیں جتنا بڑا دعویٰ دنیائے علم وحکمت کے امام ہونے کا ہے۔ دنیا میں ہزاروں، لاکھوں بلکہ شاید کروڑوں ایسے بندے ہونگے جو صاحب الہام ہونگے لیکن دنیا میں علم وحکمت کا امام ہونے کے دعویدار تو بہت سارے لوگ ہوسکتے ہیں لیکن ان میں امام ایک ہی ہوگا، سارے امام نہیں ہوسکتے۔ انصر رضا صاحب۔ کیا آپ کو علم ہے کہ علم وحکمت کیا ہوتی ہے؟ یہ علم وحکمت ذات باری تعالیٰ کا علم اور اُس کا عرفان ہے جو بجز اِلہام ممکن نہیں ہے اور اس ضمن میں خاکسار درج بالا سطور میں حضورؑ کے الفاظ نقل کر چکا ہے۔ آپ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں کہ ''ان کی ایک ایسی بات پر ایمان لایا جائے جس کا نہ تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اذن ملا ہے اور نہ ہی انہیں ماموریت کا کوئی واضح اور صریح الہام ہے۔'' انصر رضا صاحب۔ خاکسار ۱۹۹۳ء سے کھلے کھلے طور پر جماعت احمدیہ کے خلفاء اور علماء کو بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنایا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کی مرکزی علمی علامتیں کچھ اس طرح بیان فرمائی ہوئی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

واضح رہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی یہ مرکزی علامتیں کسی ایسے بندے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ علم وحکمت کی دنیا میں امام بنائے گا۔ جس وجود کو اللہ تعالیٰ سخت ذہین وفہیم بھی بنائے اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر بھی کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے علم وحکمت کی دنیا میں امام نہیں بنایا ہوگا تو اور کیا بنایا ہوگا؟ آپ کو یا جماعت احمدیہ قادیان اور لاہور کو بھی اگر پہلے اس بات کا علم نہیں تھا تو اب میں آپ سب کو بتا رہا ہوں اُس موعود زکی غلام کو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی واِلہام اپنا کامل علم اور معرفت دے کر اُسے علم وحکمت میں امام بنائے گا۔ اور یہ عاجز آپ سب (احمدی، غیر احمدی، مسلمان اور غیر مسلمان علمائے سائنس وفلسفہ) کو دعوت عام دے رہا ہے کہ آؤ میرا اس میدان میں مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اگر کوئی میرے مقابلہ پر آیا تو وہ اسی طرح مغلوب ہوگا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر فرعون کے جادوگر مغلوب ہوئے تھے۔ انصر رضا صاحب۔ اگر تو سمجھتا ہے کہ مجھے کوئی اِلہام اور وحی نہیں ہوئی اور یہ سب میرے دماغی خیالات کا نتیجہ ہے تو خاکسار آپ سے درخواست کرتا ہے کہ تو اپنے خلیفہ صاحب اور اپنے ساتھی علمائے جماعت کو میرے مقابلہ کیلئے تیار کر اور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سب خلیفہ رابع صاحب کا درج ذیل شعر میرے وجود میں پورا ہوتا دیکھو گے۔ ؎

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

انصر رضا صاحب۔ اگر خلیفہ رابع صاحب کا یہ شعر میرے وجود میں پورا نہ ہوا تو جو سزا آپ مجھے دینا چاہیں میں بھگتنے کیلئے تیار ہوں۔ اور اگر آپ میرے مقابلہ پر نہ آئے تو پھر سمجھ لینا کہ آپ مجھ پر جھوٹے بہتان لگا رہے ہیں کیونکہ علم وحکمت کی دنیا میں امام ہونے کا اتنا بڑا اعزاز بغیر وحی اور الہام کے ممکن نہیں ہے۔ قارئین سے بھی گذارش کروں گا کہ وہ انصر رضا صاحب کو غیرت دلا کر مجبور کریں کہ وہ میرے موعود زکی غلام ہونے کے دعویٰ کو جھٹلانے کیلئے قادیانی اور لاہوری علماء کو میرے مقابلہ پر لائے اور پھر اس طرح اصل

حقیقت سب پر عیاں ہو جائے گی۔ اور اگر انصر رضا صاحب اس کام کیلئے تیار نہ ہوں تو قارئین سمجھ لیں کہ وہ اس عاجز پر درج بالا الزام لگانے میں قطعی طور پر جھوٹا ہے۔

قارئین کرام۔ جب نیوٹن نے الہام کے بعد اپنے اردگرد کے لوگوں کو کہا ہوگا کہ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو کئی جاہل نیوٹن پر ہنسے ہوں گے اور بعض نے اُسے پاگل بھی کہا ہوگا۔ لیکن نیوٹن پاگل نہیں تھا بلکہ اُسے پاگل کہنے والے پاگل تھے کیونکہ بعد ازاں وقت نے اُسے جدید سائنس کا امام ثابت کر دیا۔ ہر نئے نظریہ اور اُسکے بانی کیساتھ اُسکے وقت کے لوگ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اِلہامی طور پر بخشی گئی ایسی علمی نعمتیں اپنے وقت کے لحاظ سے عام اِنسانوں کی ذہنی سطح سے بہت بالا ہوتی ہیں اور پھر ایسے معذور اور بے علم لوگ ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اِسی طرح ممکن ہے جماعت احمدیہ کا خلیفہ یا اور لوگ میری باتوں کو بھی دیوانے کی بڑ قرار دیں کیونکہ ہم خطبوں، تقاریر اور بچوں کی کلاسوں میں یک طرفہ طور پر بیٹھ کر کچھ بھی کہہ سکتے ہیں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں؟ ایک ایسا انسان جس کو جماعتی دائرہ سے باہر کوئی نہیں جانتا اگر ہم اُسے زمین کے کناروں تک شہرت دلوا سکتے ہیں۔ اُس سے قوموں کو برکت دِلوا سکتے ہیں۔ تو پھر ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ ہم بہت با کمال لوگ ہیں۔ میں ایسے سب لوگوں سے جواباً یہی کہوں گا کہ آپ میدان میں آ کر میرا مقابلہ کریں اور میرے دعاوی کو دلیل کیساتھ جھٹلا کر دکھائیں وگرنہ انشاءاللہ تعالیٰ وقت میری سچائی پر خود بخود مہر تصدیق ثبت کر دیگا۔

(۳) آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کا اپنے پیارے نبی ﷺ سے اپنے پاک کلام میں تین دفعہ وعدہ فرمایا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۔ (التوبہ۔۳۳/ الفتح۔۲۹/ الصّف۔۱۰)'' وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے گو مشرکوں کو یہ بات بہت ہی بُری لگے۔

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ سے یہ وعدہ بہر حال اٹل ہے اور اِنشاءاللہ تعالیٰ ضرور پورا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ وعدہ کس طرح پورا ہوگا؟ کیا دین اسلام ادیانِ باطلہ پر توپ یا تلوار سے غالب آئے گا؟ کیا ہم تبلیغ سے ساری دنیا کو مسلمان اور احمدی بنالیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ایں خیال است و محال است و جنون است۔ معذرت کیساتھ خلیفہ ثانی صاحب نے ہم احمدیوں یعنی حضورؑ کے غلاموں کو ایک جبری نظام میں باندھ کر اور ہم سے سوال کا بنیادی حق چھین کر ہمیں تو ویسے ہی دولے شاہ کے چوہے بنا دیا ہوا ہے۔ ہم گھر میں ہی مغلوب اور مقید لوگوں نے اسلام کو کیا خاک غالب کرنا ہے؟ واضح ہو کہ تمام عالم اسلام مل کر بھی طاقت اور تبلیغ کیساتھ دین اسلام کو دنیا پر غالب نہیں کر سکتا۔ دین اسلام کے مخالفوں کے پاس وہ دنیاوی طاقت اور اسلحہ ہے جس کا عالم اسلام تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اب دور قلمی جہاد کا ہے۔ علمی اور نظریاتی جنگ کا ہے۔ اب اکیسویں صدی میں ایٹم بموں کی نہیں بلکہ علمی نظریات کی جنگ ہوگی۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ اِس جنگ کا میدان خشکی اور تری کی بجائے علمی درسگاہیں (universities) ہونگی اور اِنشاءاللہ تعالیٰ اس نظریاتی جنگ میں دین اسلام ادیان باطلہ پر فتح اور غلبہ پائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تشریح و توضیح کیلئے نیوٹن کے ہاتھ میں ''عالمگیر کشش ثقل'' کی چابی تھمائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعود کے موعود ذکی غلام کے ہاتھ میں دین اسلام کی فتح اور ظفر اور مکمل غلبہ اسلام کیلئے ایک اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ ''نیکی خدا ہے'' کی کلید تھمائی ہے جس کے آگے دنیا کی سب اقوام علمی طور پر گھٹنے ٹیک دیں گی اِنشاءاللہ تعالیٰ۔ حضورؑ اِسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا اور بعد اسکے توبہ کا دروازہ بند ہوگا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جنکے دل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا اور نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو میں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۵)

قارئین کرام۔ عالم اسلام کے بہتر (۷۲) فرقے تو رہے ایک طرف ہمارا یعنی حقیقی اسلام کا پرکشش نعرہ لگانے والے تہترویں (۷۳) فرقے نے ایک عجیب کمال کر دکھایا کہ ہم نے احمدیوں سے سوال کا حق ہی چھین لیا۔ اگر کسی شیئے کی یا کسی معاملے کی کسی انسان کو سمجھ نہ آئے تو اُس کا حق ہے کہ وہ اس سلسلہ میں لوگوں سے سوال کرے اور پوچھ گچھ کرے۔ یہ کوئی برائی نہیں ہے؟ لیکن جماعت احمدیہ میں ہمارے خلفاء اور ارباب و اختیار نے اسے برائی سمجھا تبھی ہم سے سوال کا بنیادی حق چھین لیا۔ ہم سے پہلے عیسائی دنیا میں بھی پاپائیت کے نام پر یہ اندھیر مچا رہا تھا کہ پوپوں اور مذہبی راہبروں نے چوتھی صدی عیسوی سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک عیسائیوں سے سوال کا حق چھین کر اُنکی ذہنی نشو و نما اور اِسکے ارتقاء پر پہرے بٹھائے رکھے تھے۔ اب عیسائی دنیا اس ہزار سالہ دور کو عہد تاریک (dark ages) کا نام دیتی ہے۔ اور پھر بڑی مشکل سے عیسائیوں نے بڑی قربانیاں دے کر اپنے پوپوں اور پادریوں سے سوال کا حق لیا تھا۔ اور اس راہ میں لاکھوں عیسائیوں نے اپنی جانیں قربان کی تھیں۔ اس راہ کا سب سے پہلا مجاہد پولینڈ کا ایک

باشندہ نکولس کوپرنی کس(Nicolaus Copernicus-1473-1543)تھا۔وہ اٹلی کی روم یونیورسٹی میں فلکیات کا پروفیسر تھا۔اس وقت دنیا میں ہر جگہ بطلیموس کے نظام فلکی کی تعلیم دی جاتی تھی۔اس نظام کو یہودیوں اور عیسائیوں میں تقدس کا درجہ حاصل تھا اور اسکی مخالفت کفروالحاد کا درجہ رکھتی تھی۔اس نظام کے مطابق زمین کائنات کا مرکز تھی اورسورج، چانداورستارے سب اسی کے گرد گھومتے تھے۔کوپرنی کس سمجھتا تھا کہ فلکیات کے بارے میں بطلیموسی نظریہ غلط ہے لیکن بطلیموس کورد کرنے کیلئے اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ کلیسا(Church) کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔اُس زمانے میں عیسائیوں کی مظلومی کا ایسا ہی حال تھا جو آجکل جماعت احمدیہ میں احمدیوں کا ہے۔ بالآخر وہ پروفیسری سے استعفیٰ دے کر پولینڈ واپس آکر فلکیات کے مطالعہ میں مصروف ہوگیا۔واپس آکر اُس نے جو تجربات کیے اسکے نتیجہ میں بطلیموسی نظریہ کا رد اُس کے ہاتھ میں آگیا۔بعدازاں اُس نے ایک کتاب(De revolutionibus orbium coelestium) لکھی جس کا عنوان ''اجرام فلکی کی حرکت وگردش'' تھا۔اُس نے یہ کتاب اپنی موت سے تھوڑا پہلے شائع کی۔اس کتاب میں اُس نے بذریعہ دلائل ثابت کیا کہ کائنات کا مرکز زمین کی بجائے سورج ہے اور تمام سیارے بشمول زمین اس کے گرد گھومتے ہیں وغیرہ۔جب اُسکی مطبوعہ کتاب اُسکے ہاتھ میں پہنچی تو اس وقت کوپرنی کس بستر مرگ پر دم توڑ رہا تھا۔اس کتاب کی اشاعت کے بعد پادریوں میں تہلکہ مچ گیا اور مصنف کی مخالفت میں طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔لیکن چونکہ اُس نے اپنی کتاب کو پاپائے روم کے نام معنون کیا تھا لہٰذا پادریوں کو خاموش ہونا پڑا۔لیکن مارٹن لوتھر(Martin Luther-1483-1546)اور جان کالون(John Calvin-1509-1564)ایسے عیسائی مصلحین نے کوپرنی کس کی شدید مخالفت کی اور اُسے احمق، جاہل اور انجیل کا دشمن تک کہہ ڈالا۔کوپرنی کس کے بعد اُسکے کام کو گلیلو (Galileo Galilei-1564-1642) نے آگے بڑھایا لیکن چرچ نے اُس پر بھی بدعت کے جرم میں مقدمہ قائم کردیا۔مذہبی عدالت میں گلیلو نے معافی مانگتے ہوئے کہا کہ''میں اس خیال سے باز آتا ہوں کہ سورج کائنات کا مرکز ہے''لیکن دوسری طرف منہ کرکے اُس نے آہستہ سے کہا کہ''میں جوکچھ بھی کہوں لیکن زمین تو سورج کے گرد گھومتی رہے گی۔''عیسائیوں نے پاپائیت سے جان چھڑا کر کس طرح سائنس میں ترقی کی ایک طویل داستان ہے۔ہماری بدقسمتی کی انتہاء دیکھئے کہ خلیفہ ثانی صاحب نے ۱۹۱۴ء میں خلافت کی گدی پر بیٹھتے ہی نعرہ تو لگایا حقیقی اسلام کا لیکن عملاً جماعت احمدیہ کو پاپائیت کے نقش قدم پر چلایا اور آج ہم احمدی حقیقی اسلام کے نام پر جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ سب خلیفہ صاحب کی مکاری کا نتیجہ ہے۔خلافت کے نام پر آج احمدی خلیفے جو ہم احمدیوں کیساتھ کررہے ہیں ماقبل یہ سب کچھ خلافت کے نام پر پاپائیت عیسائیوں کیساتھ کرچکی ہے۔میرے احمدی بہن بھائیو!اگر آپ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ اور آنحضرتﷺ پر اپنے ایمان میں سچے ہیں۔اور اگر آپکے دلوں میں دین اسلام کا درد ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس کا دنیا پر غلبہ اور بول بالا ہو تو میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اُٹھ کھڑے ہوں اور خدا کے نام پر قائم شدہ اس نام نہاد اور جھوٹی خلافت سے اپنی جان چھڑائیں کیونکہ اسی میں دین اسلام کی زندگی اور غلبہ پوشیدہ ہے۔

(۵) پیشگوئی مصلح موعود کی مرکزی علامتیں۔ ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ ذکی غلام کے متعلق فرماتا ہے:۔''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلداوّل صفحہ ۱۰۰تا۱۰۲)

واضح رہے کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کہہ دے کہ نیکی کیا ہے یا علم کیا ہے؟ یہ کونسے اہم اور مشکل سوالات ہیں؟ ہم سب جانتے ہیں کہ نیکی کیا ہے؟ اور علم کیا ہے؟ لیکن میں جواباً عرض کروں گا کہ آپ ان سوالوں کا جواب نہیں جانتے کیونکہ یہ سوالات اِنسانی علمی تاریخ میں نہ صرف مشکل ترین سوالات ہیں بلکہ انسانی عقل سے بالا بھی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے فرمان(وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ۔۲۵۶)اور وہ اُسکی مرضی کے بغیر اُسکے علم کے کسی حصہ کو پا نہیں سکتے) کے مطابق ہم اُسکی مدد کے بغیر ان سوالوں کے جواب نہیں جان سکتے۔تفصیل کو چھوڑتے ہوئے خاکسار یہاں آپ کے آگے سقراطی نظریہ علم (Virtue is Knowledge) کے سلسلے میں ایک برطانوی مفکر اور پروفیسر آف فلاسفی ڈبلیو۔ٹی۔سٹیس کا ایک اقتباس رکھتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:۔

"But as, for Socrates, the sole condition of virtue is knowledge, and as knowledge is just what can be imparted by teaching, it followed that virtue must be teachable. The only difficulty is to find the teacher, to find someone who knows the concept of virtue. What the concept of virtue is that is, thought Socrates, the precious piece of knowledge, which no philosopher has ever discovered and which, if it were only discovered, could at once be imparted by teaching, where upon men would at once become virtuous." (A critical history of Greek philosophy by W.T. Stace p.149)

ترجمہ۔لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیکی کی تنہا شرط اِس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطعی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جاسکتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی قابل تَعَلُّم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیکی کا تصور جانتا ہو۔نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جو علم کا انمول جز ہے جس کو کسی مفکر نے آج تک دریافت نہیں کیا اور اگر کبھی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً اُسے پڑھایا جائے گا اور اِس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔

انصر رضا صاحب۔یاد رکھیں کہ میری فہم وفراست کے مطابق اگر تمام مغربی فلسفہ(western philosophy)کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں سقراط کا یہ علمی نظریہ(نیکی علم ہے)رکھ دیا جائے تو یقیناً سقراط کا یہ علمی نظریہ سارے مغربی فلسفہ پر بھاری ہے۔لیکن اسکے باوجود میں کہوں گا کہ سقراط نے اپنے علمی نظریہ میں ہمیں علم کی کسی تعریف سے آگاہ نہیں کیا بلکہ اِسے جاننے اور اِسکی تعریف سے آگاہ ہونے کیلئے صرف صحیح سمت کا تعین کیا تھا۔جان کیٹس (John Keats/1795-1821)نے کیا خوب کہا تھا۔ Beauty is truth; truth, beauty that's all.Ye know on earth,and all ye need to know.

حسن سچ ہے، سچ، حسن! یہی سب ہے۔تم نے یہی ارض پر جاننا ہے اور تم سب کو یہی جاننے کی ضرورت ہے۔

اگر چہ انگریزی شاعر جان کیٹس نے اپنے مشہور ومعروف قول میں حسن(Beauty)اور سچ(Truth)کی تعریف نہیں کی بلکہ انہیں ایک ہی حقیقت کے دو(۲)نام قرار دیا ہے۔لیکن پھر بھی اُسکے یہ خوبصورت الفاظ اُسے ہمیشہ ہمیش کیلئے اَمر کر گئے۔اگر جان کیٹس کے اِن الفاظ کو ہم اِس طرح لکھیں تو میرے خیال میں یہ اور بھی زیادہ معنی خیز بن جائیں گے:۔ Virtue is Knowledge ; Knowledge,Virtue that's all.Ye know on earth,and all ye need to know.

نیکی علم ہے، علم، نیکی! یہی سب ہے۔تم نے یہی ارض پر جاننا ہے اور تم سب کو یہی جاننے کی ضرورت ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ نے اپنے عارفانہ کلام میں اسی حقیقت کی کچھ اس طرح ترجمانی فرمائی ہے۔ ؎ اِکو الف تینوں درکار   علموں بس کریں او یار

جاننا چاہیے کہ نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور وہ جو علم ہے۔جس کو جان کیٹس نے حسن اور سچ کا نام دیا اور جسے حضرت بابا بلھے شاہؒ نے ''الف'' قرار دیا ہے۔واضح رہے کہ وہ ''اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر حق''(Supreme Ultimate Universal Truth)ہے۔وہی خدا ہے جو اِس کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ضرور تھا کہ یہ عقدہ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ کے موعود زکی غلام پر آشکار ہوتا۔فلسفہ کی معلوم تاریخ میں صرف سقراط کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ''وہ فلسفہ کو آسمانوں سے زمین پر لایا''۔جیسا کہ ایک قدیم اطالوی(رومن)سیاستدان اور فلسفی مارکوس ٹولیئس سسرو(Marcus Tullius Cicero-106 BC – 43 BC) لکھتے ہیں:۔

"Socrates was the man to bring Philosophy down from the heavens and set her firmly in cities on earth, bringing her into the homes of the people, and making them consider their lives and their standards of behaviour." [Cicero, Fragments V4, 10]

''سقراط(Socrates)پہلا اِنسان تھا جو فلسفہ کو آسمانوں سے نیچے لایا۔اِسے زمین پر شہروں میں پختگی کے ساتھ قائم کیا۔لوگوں کے گھروں میں لایا تاکہ وہ اپنی زندگیوں اور اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں۔''

اور یا پھر حضرت مہدی ومسیح موعود علیہ السلام کے اِس موعود زکی غلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ '' کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ'' یعنی گویا خدا آسمان سے اُترے گا۔آخر میں آپ سے کہتا ہوں کہ میرا الٰہی نظریہ ''نیکی خدا ہے''(Virtue is God)نہ صرف ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی صداقت کا کھلا ثبوت ہے بلکہ اِس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا بھی قطعی، علمی اور اِلہامی ثبوت ہے۔جیسا کہ الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے)دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔مُظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔''

اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود کے درج بالا الفاظ میں اپنی چند صفات کا ذکر فرمایا ہے اور اِن صفات کا اُسکے کامل علم اور معرفت سے تعلق ہے۔مثلاً، اوّل، آخر، ظاہر، باطن، اعلیٰ اور حق وغیرہ۔ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ موعود زکی غلام مسیح الزماں پر اپنی اِن صفات کیساتھ جلوہ گر ہوتا اور اپنی اِن صفات کا اُسے بطور خاص اور بدرجہ اتم علم دے کر اُسکے علم اور معرفت کو کمال پر پہنچا دیتا۔ہر صاحب فہم اور صاحب بصیرت انسان خاکسار کے اِلٰہی نظریہ میں ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں موعود زکی غلام مسیح الزماں کی مندرجہ بالا علمی، قطعی اور اِلہامی علامتیں بخوبی پڑھ سکتا ہے یا بالفاظ دیگر وہ دیکھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ اپنی مذکورہ صفات اوّل، آخر، ظاہر، باطن، اعلیٰ اور حق کا مدعی پر بطور خاص ظہور فرما کر اُس کو نہ صرف علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا بلکہ اُسے مَظْھَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔مُظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ بھی بنایا ہے۔

اِس اِلٰہی نظریہ کو ہم ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر نظریہ'' یا ''اُم النظریات'' بھی کہہ سکتے ہیں اور ہر قسم کے مادی اور غیر مادی نظریات اِسی نظریہ سے جنم لیتے ہیں۔ مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ نظری طور پر اِس نظریہ سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔

(۶) کَـاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ کی حقیقت۔ اِلہامی پیشگوئی مصلح موعود میں اللہ تعالیٰ نے زکی غلام کے متعلق فرمایا ہے ''کَـاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ''۔ اِس عربی عبارت کے معنی ہیں کہ ''یقیناً اللہ آسمان سے اُترا''۔ عام طور پر افرادِ جماعت اِن الفاظ کو پڑھ کر آگے گزر جاتے ہیں اور کوئی اِن پر غور نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ نے زکی غلام مسیح الزماں کے متعلق یہ الفاظ کیوں نازل فرمائے ہیں؟ اگر افرادِ جماعت اِن اِلہامی الفاظ پر ہی تھوڑا بہت غور وفکر فرما لیتے تو یہ الفاظ ہی خلیفہ ثانی صاحب کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کی قلعی کھول رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے الفاظ کسی ایسے اِنسان کیلئے نازل فرمائے گا جو بظاہر اِنتہائی معمولی اور غریب ہو لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اُسے محمدی مریم کا زکی غلام بنا دے اُسی طرح جس طرح اُس نے پہلے اپنی قدرت کاملہ کیساتھ موسوی مریم کو ایک زکی غلام عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایسا زکی غلام جب بحکم اِلٰہی جماعت احمدیہ میں کھڑا ہو گا تب جماعتی مقتدر لوگ طاقت اور تکبر کے نشے میں اُسکے معمولی ہونے اور اُسکی غربت کی بدولت اُسے قبول کرنے کی بجائے اُس کا اور اُسکے اصحاب کا جماعت احمدیہ سے اخراج، مقاطعہ اور مذاق اُڑاتے پھریں گے۔ جماعت کے خلیفے خدا ہی کے نام پر اُس کی زبان بندی کرتے ہوئے اُس کو آواز کی سولی پر چڑھا دیں گے اُسی طرح جس طرح بدبخت یہودیوں نے موسوی زکی غلام کو کاٹھ کی صلیب پر چڑھایا تھا۔ اور پھر جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے معمولی بندے موسوی زکی غلام کو صلیب سے بچانے کیلئے آسمان سے اُترا تھا اِسی طرح اپنے محمدی زکی غلام کو بھی بچانے کیلئے آسمان سے اُترے گا۔ عقل ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ ایک سچے اور معمولی انسان کی مدد کرنے کیلئے ہی اللہ تعالیٰ قبل از وقت ایسے الفاظ نازل فرمایا کرتا ہے کہ ''کَـاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ '' گویا خدا (اُسکی مدد کرنے کیلئے) آسمان سے (زمین پر) اُترے گا۔

لیکن برخلاف اِسکے اگر کوئی اِنسان مہدی و مسیح موعود اور ایک اُمتی نبی کا لڑکا ہو۔ وہ کل جماعت کی آنکھوں کا تارا ہو۔ خلیفہ بننے سے پہلے ہی ایک خلیفۃ المسیح کی موجودگی میں وہ عملاً خلیفہ بنا ہوا ہو۔ افرادِ جماعت اُسے نوجوانی میں خلیفہ بنا دیں۔ اُسکے دعویٰ مصلح موعود سے پہلے ہی افرادِ جماعت اُسکے مصلح موعود ہونے کا اعلان کر دیں۔ لاکھوں کی جماعت اُس کے قبضہ میں ہو اور وہ سب اُس کیلئے اپنی جان، مال اور عزت کی قربانی دینے کیلئے ہمہ وقت اُسکے آگے پیچھے تیار کھڑے ہوں۔ جماعت کا سارا خزانہ اُسکے قبضہ قدرت میں ہو۔ سینکڑوں علماء و فضلاء اُسکی قلمی اور علمی معاونت کیلئے اُسکے آگے پیچھے کھڑے ہوں۔ جماعت احمدیہ کو وہ ایک فوج میں تبدیل کر دے۔ تو عقل ہمیں کہتی ہے کہ ایسے اِنسان کی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی کہ وہ قبل از وقت اُس کیلئے فرماتا کہ ''کَـاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ '' گویا خدا (اُسکی مدد کرنے کیلئے) آسمان سے اُترے گا؟ ایسا انسان جس نے خدا کے بندوں کو ایک جبری نظام میں باندھ کر اپنے بندے بنا لیا ہو وہ تو خود خدا بن جاتا ہے۔ ایسے انسان کو کسی خدا کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسے انسانوں کی مدد کرنے کیلئے خدا آسمان سے اُترا کرتا ہے۔؟ لہٰذا عقلی طور پر ''کَـاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ '' سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی صاحب نہ پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق تھے اور نہ ہی ہو سکتے تھے۔

(۷) حصولِ علم کی اِلہامی دعائیں مجھ تک کیسے پہنچیں۔؟ قرآن مجید میں سینکڑوں اِلہامی دعائیں ہیں۔ مسلمان اِن قرآنی دعاؤں کا فیض اور برکت برابر پندرہ سو سال سے پا رہے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ دعائیں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو بھی سکھائی تھیں۔ اِن الہامی دعاؤں میں سے زیادتی علم کیلئے چند دعائیں پہلے درج ہو چکی ہیں۔ اِن اِلہامی دعاؤں کا فیض اور برکت آپؑ کو تو ملا ہی تھا لیکن خاکسار کو کامل یقین ہے کہ اِن مقبول اِلہامی دعاؤں کا فیض اللہ تعالیٰ نے آپکے موعود زکی غلام کو بھی بخشا تھا۔ ہو سکتا ہے کسی احمدی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ میرے جیسا اِنسان جو ایک اَن پڑھ ماحول میں پیدا ہوا۔ جو کسی سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا اور نہ ہی اُس نے ایم اے تک حضرت بانئے جماعت کی کسی کتاب کا مطالعہ کیا تھا سوائے ایک آدھ رسالے مثلاً کشتی نوح وغیرہ کے۔ حصول علم کے متعلق یہ اِلہامی دعائیں اُس تک کیسے پہنچیں یا وہ اِن دعاؤں تک کیسے پہنچ گیا؟ اگر کسی کے ذہن میں ایسا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ جائز اور صحیح (genuine) سوال ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تدبیر تھی جو اُس نے پہلے مجھ اُمی کو یہ دعائیں یاد کروائیں اور پھر وقت مقررہ پر مجھ سے اپنے حضور یہ دعائیں منگوائیں۔ ہوا اِس طرح کہ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں میرے ایک دوست تھے۔ کبھی کبھار وہ میرے گھر آجایا کرتے تھے اور میں بھی کبھی کبھار اُنکے گھر چلا جایا کرتا تھا۔ یہ ۱۹۷۲ء کی بات ہوگی۔ ایک دفعہ میں اپنے دوست کے گھر گیا تو اُنکے دیوان خانہ (drawing room) میں میز پر ایک مجلد دعائیہ خزائن (ادعیۃ القرآن + ادعیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم + ادعیۃ المسیح الموعودؑ) کا سیٹ پڑا ہوا تھا۔ میں نے یہ ساری دعائیں پڑھیں اور اِن میں سے بشمول علم کی دعاؤں کے چیدہ چیدہ دعائیں یاد کر لیں۔ یہ دعائیں اِسی ترتیب میں طبع شدہ تھیں جس ترتیب کیساتھ خاکسار نے اِنہیں یہاں نقل کیا ہے۔ بعد ازاں اِن دعاؤں کو حسب توفیق نماز میں پڑھتا بھی رہا۔ اور پھر رفتہ رفتہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کا وہ مبارک لمحہ آ گیا جب میں نے ''نیکی کی ماہیت'' جاننے کیلئے اِن اِلہامی دعاؤں کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑھا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کے بعد جماعت میں طبع شدہ دعائیہ خزائن کے جتنے سیٹ بھی میں نے دیکھے ہیں اِن میں زیادتی علم کے متعلق پہلی چار اِلہامی دعاؤں کو تو میں نے ضرور پایا ہے لیکن آخری

اور پانچویں اِلہامی دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا) اِن سب میں مفقود تھی۔اب شاید یہ ایک اتفاق ہو کہ جس کتابچے سے میں نے اِن علمی دعاؤں کو یاد کیا تھا اِس میں تو یہ پانچوں دعائیں موجود تھیں لیکن بعد کے کتابچوں میں آخری دعا طبع نہیں تھی۔میرا یقین ہے کہ یہ صرف اتفاق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص تدبیر تھی کہ اُس نے یہ آخری دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔) مجھے یاد بھی کروائی اور مجھ سے اپنے حضور منگوائی بھی۔ایسا کیوں ہوا اور یہ دعا مجھ سے کیوں منگوائی گئی؟ اِس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علم سے متعلقہ اِلہامی دعاؤں کی حقیقت۔پہلی دعا (رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا) تو علم میں زیادتی کیلئے ایک عمومی دعا ہے اور یہ دعا حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے آنحضرت ﷺ پر بھی (سورۃ طٰہٰ۔۱۱۵) اِلہام ہو چکی ہے۔یاد رہے کہ علم بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔کچھ علم انسانوں کیلئے بھلائی کا موجب ہوتے ہیں اور بعض علم ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ایسے ہی علموں کے متعلق حضرت بابا بلھے شاہؒ نے فرمایا ہے کہ ؎ اِکو الف تینوں درکار علموں بس کریں او یار

دوسری دعا (رَبِّ عَلِّمْنِی مَا هُوَ خَیْرٌ عِنْدَكَ) میں یہی اِلتجا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے وہی علم بخشا جو تیرے نزدیک میرے لیے بہتر ہو یعنی میرے لیے بھلائی کا موجب ہو۔تیسری اور چوتھی دعائیں (رَبِّ اَرِنِی اَنْوَارَكَ الْكُلِّيَّةَ۔ رَبِّ اَرِنِی حَقَآئِقَ الْاَشْيَاءِ) بطورِ خاص عرفانِ باری تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ایسا عرفانِ باری تعالیٰ جو علمی رنگ میں ہو۔سقراطی نظریہ علم (نیکی علم ہے) کی حقیقت کا اِنکشاف اور اِلٰہی نظریہ (نیکی خدا ہے) کا مجھ پر اِلہام ہونا اِنہی اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔حصول علم کے متعلق پانچویں دعا (اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا) جو اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد بھی کروائی اور اپنے حضور مجھ سے منگوائی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اِس عاجز پر انکشاف فرمایا ہے کہ ضرور تھا کہ وہ زندگی کا شربت پلانے کی یہ اِلہامی دعا اُس انسان کو یاد بھی کرواتا اور اُس سے اپنے حضور میں منگواتا بھی جسے اُس نے موعود زکی غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود بنانا تھا۔اِسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۶، ۷۔نومبر ۱۹۰۷ء کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ پر زکی غلام کے متعلق آخری مبشر اِلہام کچھ اِس طرح نازل فرمایا تھا:۔

"سَاَهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا ۔رَبِّ هَبْ لِیْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ اسْمُهُ يَحْيٰى ۔اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ۔ ..... آمد ن عید مبارک بادت۔عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔" (تذکرہ ۶۲۶ بحوالہ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰۔نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳) ترجمہ۔میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

زکی غلام کے متعلق اِس آخری مبشر اِلہام میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ایک ایسے غلام کی بشارت بخشی تھی جِسے اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کا نام دیا ہے۔یہ یاد رکھیں کہ حضورؑ کا یہ موعود یحییٰ کوئی الگ غلام نہیں ہے بلکہ یہ زکی غلام ہی ہے۔یحییٰ کے لغوی معنی زندہ رہنے والا کے ہوتے ہیں۔"اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا" کو ہم بالالفاظ دیگر اِس طرح بھی پڑھ سکتے ہیں کہ "اے اَزلی اَبدی خدا! مجھے یحییٰ بنا دے"۔زکی غلام سے متعلق یہ آخری اِلہام بتا رہا ہے کہ جس اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کا موعود زکی غلام ہونے کا اعزاز بخشا تھا اُسے پہلے یحییٰ بننے کی دعا بھی سکھانی تھی اور پھر یہ دعا اُس سے اپنے حضور منگوانی بھی تھی۔الحمدللہ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی بھی ہے اور اپنے حضورؐ ایک مبارک سجدہ میں مجھ سے منگوا کر مجھے یحییٰ بھی بنایا ہے۔

(۸) ایک عظیم الشان خواب کی عظیم الشان تعبیر۔ایک خواب جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جس میں "اِس عاجز نے حضورؑ کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر دعا کی تھی" خاکسار اِسکی تعبیر پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہے۔بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نیک بندہ سچا خواب دیکھتا ہے تو بیداری کے فوری بعد اکثر اُسے خواب کی تعبیر کا کچھ نہ کچھ فہم حاصل ہو جاتا ہے۔لیکن خاکسار بچپن سے لے کر جوانی تک بہت ساری مبارک خوابیں تو دیکھتا رہا لیکن اِن میں سے اکثر خوابوں کی تعبیر سے لاعلم رہا۔میں نے بھی اِنکی تعبیریں جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے دیدہ و دانستہ اِنکی تعبیروں سے لاعلم رکھا گیا ہو۔ہاں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا رہا کہ رات کو خواب دیکھی اگلے دن دوپہر سے پہلے پہلے لفظ بلفظ پوری ہو گئی۔اب میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواب جس کی تعبیر ابھی میں بیان کروں گا اور اِسکے علاوہ اور بہت ساری مبارک خوابوں کی تعبیر سے اللہ تعالیٰ نے وقت مقررہ سے پہلے جو مجھے لاعلم رکھا تو یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ احقر پر بہت بڑا احسان تھا۔یہ خواب میں نے ۱۹۷۷ء کے آخر یا ۱۹۷۸ء کے آغاز میں دیکھا تھا۔لیکن وسط دسمبر ۱۹۸۳ء تک مجھے اِس خواب کی تعبیر کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا اور نہ ہی یہ علم تھا کہ متذکرہ خواب میں خاکسار نے جو منظوم دعائیہ اشعار پڑھے تھے وہ اِلہامی ہیں۔تعبیر بیان کرنے سے پہلے ایک بار پھر اپنا خواب لکھتا ہوں۔

"خواب میں دیکھتا ہوں کہ اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ندی کے شمال مغربی کنارے پر خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے رُوبرو کھڑا ہے۔حضور علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔"غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دُعا کرو"۔میں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھا لیے اور

اِس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور متذکرہ بالا منظوم دُعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔''

خاکسار اپنی خواب کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے قارئین کرام کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ آپ سب جناب خلیفہ ثانی صاحب کا وہ خواب ضرور پڑھیں جس کی بنیاد پر اُنہوں نے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا تھا (آپ اس خواب کا ویب سائٹ (alghulam.com) پر مضمون نمبر ۴۶ کے صفحات نمبر ۳ تا ۵ تک مطالعہ کرسکتے ہیں۔ اِقراء سیکشن میں سوال نمبر ۱۷۷ کے نیچے ''الموعود'' کے صفحات نمبر ۵۱۸ سے ۵۲۶ پر یہ خواب طبع شدہ موجود ہے اور وہاں سے بھی اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے)۔ میں نے زندگی میں خلیفہ صاحب کے خواب کی طرح کسی خواب بین کا اتنا طویل اور عجیب وغریب خواب پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا۔

برخلاف خلیفہ ثانی صاحب کے خواب کے اس عاجز کا خواب اِنتہائی مختصر تھا۔ اس عاجز کے مختصر خواب میں دو (۲) وجود دعا مانگتے ہیں۔ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ تو ہم سب کے آقا ہیں۔ اس خواب میں آقا اپنے ایک پیروکار کو نماز پڑھنے کی تلقین کرنے کیساتھ اُسے اپنی دعا میں شامل فرماتے ہیں۔ پیروکار بھی اپنے آقا کے اِرشاد پر آپکی دعا میں شامل ہوکر دعا کیلئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے۔ اور اپنی دعا میں کچھ مخصوص منظوم دعائیہ اشعار پڑھتا ہے۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں مبارک سجدہ سے اُٹھنے کے چند دن بعد اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اِس خواب کی طرف مبذول کروائی اور مجھے اِسکی تعبیر سے یوں آگاہ فرمایا۔

(اولاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس خواب میں میرے بندے مہدی ومسیح موعود علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی۔ یہ وہی دعا تھی جو آپ علیہ السلام نے نبی کریم رؤف ورحیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے اور غلبہ اسلام کیلئے ہوشیار پور میں چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر مانگی تھی اور پھر اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اِلہام سے اُسے مخاطب کرکے فرمایا تھا! ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کردیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔۔۔۔۔ وَ کَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا'' (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱ بحوالہ مجموعہ اِشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(ثانیاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ موعود نشان رحمت اور وہ موعود زکی غلام جو میں نے اپنے بندے کی دعا کے جواب میں اُسے بخشا تھا وہ تو (یعنی خاکسار) ہی تھا اور اس خواب میں میں نے تجھے بھی اپنے مہدی ومسیح موعود کے سامنے کھڑا کرکے اُسکی دعا میں تجھے شامل فرمایا تھا۔

(ثالثاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اے عبدالغفار تجھے تو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ تو نے مجھ سے کیا مانگنا ہے اور کیسے مانگنا ہے؟ میں نے تجھے وہ کچھ سکھایا جو تمہیں مجھ سے مانگنا چاہیے۔ اور خواب میں جو منظوم دعائیہ اشعار تو (یعنی اس عاجز) نے پڑھے تھے وہ تو نے منظوم نہیں کیے تھے بلکہ الہامی طور پر تیرے دل میں ڈالے گئے تھے۔ اور پھر فتح اور غلبہ اِسلام کیلئے یہ منظوم اِلہامی دعا میں نے اپنے حضور میں تمہیں اپنے برگزیدہ بندے کی دعا میں شامل کرکے اور اُسکی اِقتداء میں تجھ سے منگوائی تھی۔

(رابعاً) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں میں نے اپنے برگزیدہ بندے کو جس موعود غلام کی بشارت بخشی تھی اُسکی بڑی صفت اُس کا ''زکی'' ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تو زکی کے لغوی معنی لغت میں دیکھ۔ جب میں نے زکی کے لغوی معانی لغت میں دیکھے تو اِسکے لغوی معانی ''پاک اور نیک'' تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری توجہ نظم کی طرف پھیرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ اس میں ایک شعر ہے۔۔۔ ؎ تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے ۔ اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھادے

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبدلغفار! جو دعائیہ اشعار تیرے دل میں ڈالے گئے تھے اس میں درج بالا شعر میں تجھے (یعنی خاکسار کو) زکی بننے کی دعا بھی سکھائی گئی تھی اور پھر اپنے مہدی ومسیح موعود کی اِقتداء میں تجھ سے یہ دعا منگوائی بھی تھی۔ کیا اب بھی تجھے تیرے موعود زکی غلام ہونے میں کوئی شک ہے؟ اس عاجز نے جواباً عرض کیا تھا کہ اے مہربان! مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ متذکرہ بالا خواب کی یہ تعبیر معلوم ہونے پر مجھے اپنے موعود زکی غلام ہونے کا علم الیقین تو حاصل ہوگیا لیکن ابھی بھی مجھے حق الیقین حاصل نہیں ہوا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (یوسف۔۵۴) اور میں اپنے نفس کو (ہر قسم کی غلطی سے) بری قرار نہیں دیتا کیونکہ (انسانی) نفس سوائے اس کے جس پر میرا ربّ رحم کرے بری باتوں کا حکم دینے پر بہت دلیر ہے۔

خاکسار بھی اپنے نفس سے ڈرتا تھا اور میں تھوڑا تھوڑا مغموم رہنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک رات مجھے'' لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ''میں شک کرنے سے منع فرمایا لیکن مجھ ایسے کمزور اور خطا کار انسان کی تسلی نہیں ہورہی تھی۔ بالآخر خاکسار کو اپنے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا حق الیقین کیسے حاصل ہوا؟ جواباً عرض ہے!

(۹) غلام مسیح الزماں ہونے کیلئے اتمام حجت ۔ دارالحمد میں اِس روحانی واقعہ کے بعد خاکسار دسمبر ۱۹۸۳ء کے آخر میں جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ اٹینڈ کرنے کیلئے ربوہ آیا تھا جلسہ کے پہلے دن خلیفہ رابع صاحب کی اِفتتاحی تقریر سے پہلے سورۃ شعراء (آیات۔ ۴۶ تا ۶۹ جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اعجاز اور فرعون کی غرقابی کا ذکر ہے)

کی چند آیات کی تلاوت کی گئی اور پھر اِسکے بعد آپ کا منظوم کلام جو بعد میں ''مردِحق کی دُعا'' کے عنوان سے شائع ہوا پڑھا گیا تھا۔ میں نے بھی اس نظم کو اس جلسہ میں سنا تھا لیکن میں اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے اس وقت کوئی خبر نہیں تھی کہ اس نظم میں کیا کچھ بیان کیا گیا ہے؟ چند ماہ بعد یعنی اپریل یا مئی ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس نظم (مردِحق کی دُعا) کے تین اشعار کا تیرے (یعنی سجدہ سے اُٹھنے والے نئے عبدالغفار کے) ساتھ تعلق ہے جو کہ درجِ ذیل ہیں۔

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائیگا رُت بدل جائیگی

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِحق کی دُعا ،سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

عصرِ بیمار کا ہے مرض لا دوا، کوئی چارہ نہیں اب دُعا کے سوا ۔ اے غلامِ مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

انصر رضا صاحب۔ اللہ تعالیٰ نے آخری شعر کی طرف میری توجہ بار بار مبذول فرما کر میرے دل میں ڈالا کہ اے عبدالغفار! یاد کر تو اپنی وہ خواب جس میں تو نے مسیح الزماںؑ کے ساتھ اور اُسکی اِقتداء میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف دُعا کیلئے اُٹھائے تھے۔ پھر مجھے فرمایا گیا کہ مرزا طاہر احمد نے لاشعوری طور پر اپنی نظم (مردِحق کی دُعا) کے اِس شعر میں جس غلام مسیح الزماں کے ہاتھ اُٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے۔ وہ غلام مسیح الزماں تو ہی ہے کیونکہ تو جانتا ہے اور تجھے یاد ہے کہ تو نے ہی خواب کی حالت میں میرے مسیح الزماں کے رُوبرو دُعا کیلئے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھائے تھے۔ یہ یاد رکھیں کہ مامور من اللہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئے یا کسی انسان کو اپنی وحی کے ذریعہ کسی اہم کام پر مامور فرما دے۔ اب جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو خواب دیکھنے کے بعد اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اُنہیں اپنے لختِ جگر کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح اُمِ موسیٰؑ کو وحی یعنی اِلقاء فی القلب کے بعد یہ یقین ہو گیا کہ مجھے اپنے جگر گوشہ کو دریا میں بہائے جانے کا حکم ہو چکا ہے یا جس طرح شہد کی مکھی اور زمین وحی اِلٰہی کے بعد اپنے اپنے کاموں پر مامور ہو گئیں۔ اسی طرح مجھے بھی خلیفہ رابع صاحب کے اس شعر کے بعد اپنے ''غلام مسیح الزماں'' یعنی مصلح موعود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہ رہا اور میں اپنے ربّ کے آگے لا جواب سا ہو گیا۔ اور یہ میری ہی بات نہیں بلکہ اگر میری جگہ آپ یا کوئی اور احمدی ہوتا تو اُس کا ردِّعمل اور اُس کا مؤقف بھی یہی ہوتا جو آج میرا ہے۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بوجھ زیادہ ہو اور اِنسان اپنے آپ کو کمزور سمجھتے ہوئے ڈر کر اُسے اُٹھانا نہ چاہے تو وہ لوگوں سے تو بھاگ سکتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی اِنسان پر اِس طرح اتمام حجت کر دے تو پھر وہ بندہ اپنے ربّ کے حضور سے بھاگ نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ۔ میرے لا جواب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ میری متذکرہ بالا خواب کا یا تو مجھے علم تھا یا پھر اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا جس نے مجھے یہ خواب دکھائی تھی۔ خلیفہ رابع صاحب کو بہرحال یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ میں کسی احمدی نوجوان کو ایسا خواب دکھایا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ نے نہ صرف اُسے اپنی دُعا میں شامل فرمایا ہوا ہے بلکہ بزرگ و برتر ربّ کے حضور اُس نوجوان کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دُعا بھی کی ہوئی ہے۔ مزید برآں یہ کہ اُس نوجوان نے بھی اپنے آقا کے اِرشاد پر اُس کی دُعا میں شامل ہو کر اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک الہامی دُعا مانگی ہوئی ہے۔ اور اس الہامی دُعا میں نہ صرف اُس نے اپنی بخشش اور اپنے ''پاک اور نیک یعنی زکی'' بننے کی فریاد کی ہو بلکہ اسلام کی سچائی اور اُسکی فتح اور شمعِ ہدایت کو گھر گھر میں جلانے کی بھی دُعا مانگی ہو۔ اور اس طرح مجھے حق الیقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ خاکسار کو عظمتِ مصطفےٰ اور صداقتِ مصطفےٰ ﷺ کو ظاہر کرنے اور فتحِ اسلام کیلئے مامور فرما دیا ہے۔

دراصل ہر انسان کی اپنی الگ نفسیات ہوتی ہے اور اس نفسیات کو سب سے بہتر ہمارا پیدا کرنیوالا ہی جانتا ہے لہٰذا وہ یقین دلانے کی خاطر اپنے ہر انسان کیساتھ اُسکی نفسیات کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ مثلاً کسی کو کوہِ طور پر آگ میں جلوہ دکھایا گیا، کسی کے آگے غارِ حرا میں حضرت جبرائیلؑ کو ظاہر فرمایا گیا، کسی کی گورداسپور میں ایک ہی رات میں بہ تمام و کمال اصلاح فرما دی گئی اور کسی کی ایک مبارک سجدے میں ہی کایا پلٹ دی گئی۔ اِن مختلف روحانی واقعات میں اللہ تعالیٰ کے یہ سب برگزیدہ بندے اُسکی رحمت کا شکار ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ نے اِنہیں اپنی رحمت کیلئے چن لیا تھا۔ بعض لوگ میرے جیسے کمزور ہوتے ہیں۔ اُن کی صلاحیتوں کے خزانے اور اُنکی امانتوں کے جوہر ایسے اعلیٰ نہیں ہوتے۔ خالی خولی اِلہامات سے اُنکی تسلی نہیں ہوتی اور اُنہیں اپنی کم علمی اور کم مائیگی کی بدولت الہامات اور وحی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں بھی بہت تردُّد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں سمجھانے اور یقین دلانے کی خاطر خاص خاص رنگ میں اُنکے ساتھ سلوک فرماتا ہے تاکہ اُنہیں پیغامِ خداوندی کے سمجھنے میں کوئی اِبہام نہ رہے جیسا کہ خاکسار کے ساتھ ہونیوالے واقعہ سے ظاہر ہے۔ اِسکے بعد بڑی تیزی کیساتھ اللہ تعالیٰ میرے دل پر وحی خفی نازل فرما کر مجھے ''نیکی کی ماہیت'' سمجھاتا چلا گیا اور میں لکھتا چلا گیا۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سمجھا دیا کہ یہی الٰہی نظریہ ''Virtue is God'' (نیکی خدا ہے) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی ''اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت'' پر مشتمل ہے اور یہی تیرے ''غلام مسیح الزماں'' ہونے کا علمی، قطعی اور اِلہامی ثبوت ہے۔ خلیفہ رابع صاحب کی نظم کا اگلا شعر کچھ اس طرح ہے۔

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِحق کی دُعا ،سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ ؎ میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اِنہی دنوں یعنی اپریل/مئی ۱۹۸۴ء میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آخری زمانے کے موسیٰ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو بھی دو عصا دیئے گئے تھے اور اِن دونوں موعود عصاؤں میں سے ایک عصا بطور خاص آپکی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں آپ کو بخشا گیا تھا۔ جیسا کہ آپؑ فرماتے ہیں۔

(الف) ۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔۔۔۔''مجھے دو عصا دیئے گئے۔ ایک جو میرے پاس تھا دوسرے وہ جو گم ہو گیا تھا۔ اور گمشدہ عصا کو جو میں نے دیکھا تو اُس کے منہ پر لکھا ہوا تھا دُعَآءُ کَ مُسْتَجَابٌ۔ تیری دُعا مقبول ہے۔'' (تذکرہ صفحہ ۳۹۴ بحوالہ کاپی اِلہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۰)

(ب) ۲۱ جون ۱۹۰۳ء۔''۲۱ جون کو ایک چھڑی پر یہ لکھا ہوا دکھایا گیا۔ دُعَآءُ کَ مُسْتَجَابٌ۔ تیری دُعا مقبول ہے۔'' (ایضاً بحوالہ الحکم جلد ۷ نمبر ۲۳ مورخہ ۲۴۔ جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵)

قارئین کرام اور انصر رضا صاحب۔ ہم احمدیوں کو نہ متذکرہ بالا حضورؑ کے اِلہامات میں کوئی شک وشبہ ہے اور نہ ہی خلیفہ رابع صاحب کے متذکرہ بالا شعر میں کوئی اِبہام ہے۔ یہ دونوں موعود عصا دراصل وہی دو (۲) موعود نشانات ہیں جن کا ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں اس طرح ذکر ہے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ (تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱/ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ خلیفہ رابع صاحب نے اپنے شعر میں دورِ حاضر کے موسیٰ (حضرت مہدی و مسیح موعودؑ) کے اُسی موعود عصا کا ذکر فرمایا ہے جس کا اُس سے ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی مصلح موعود میں وعدہ فرمایا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بلا ریب خلیفہ رابع صاحب کے شعر میں بیان فرمودہ ''مردِ حق کی دُعا'' کو مجھ اِیسے اَن پڑھ بندے کے وجود میں مجسم بنا کر اُنہیں کے آگے کھڑا کر دیا تھا۔ اِسی نظم کا پہلا شعر کچھ اس طرح ہے ؎

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی۔ آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائیگا رُت بدل جائیگی

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس شعر کا بھی تیرے ساتھ ہی تعلق ہے۔ مرزا طاہر احمد نے تجھ سے مدد کا وعدہ (اس مدد کا کتاب غلام مسیح الزماں کے مقدمہ میں ذکر موجود ہے) ضرور کیا تھا لیکن وقت آنے پر صاحب اقتدار اور صاحب حیثیت ہونے کے باوجود تجھے ٹرخا دیا گیا۔ اِس کے بعد اے عبدالغفار تیرے دل پر جو گزری اور تیرے دل سے جو آہ نکلی تو پھر اِس آہ کے جواب میں میری رحمت جوش میں آ گئی اور میں نے تجھے اپنی جناب سے علم وعرفان کے خزانے دینے کا فیصلہ کر لیا۔

قارئین کرام۔ اللہ تعالیٰ پیشگوئی مصلح موعود میں اپنے مُرسل سے مخاطب ہو کر یوں فرماتا ہے!۔۔۔''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور اِحسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔۔'' (ایضاً)

اب اگر جناب خلیفہ ثانی صاحب کا دعویٰ مصلح موعود سچا تھا اور وہی پیشگوئی کے مطابق زکی غلام مسیح الزماں اور فتح اور ظفر کی موعود کلید تھے تو پھر تو وہ آئے اور جماعت احمدیہ کی نصف صدی تک قیادت فرما کر اور جماعت کیلئے کارنامے سرانجام دے کر جا چکے تھے۔ اب سوال ہے کہ خلیفہ رابع صاحب نے جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۸۶ء کے موقعہ پر درجِ ذیل شعر میں اس موعود فتح اور ظفر کی کلید کی دوبارہ بشارت افرادِ جماعت کو کیوں دے دی؟ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

دیارِ مغرب سے جانیوالو، دیارِ مشرق کے باسیوں کو۔ کسی غریب الوطن مسافر کی، چاہتوں کا سلام کہنا

کلیدِ فتح و ظفر تھمائی تمہیں خدا نے اب آسماں پر ۔ نشان فتح و ظفر ہے لکھا گیا تمہارے ہی نام کہنا

اے احمدی بہنو اور بھائیو! اگر خلیفہ ثانی صاحب پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق ہوتے، اگر وہ فتح اور ظفر کی موعود کلید ہوتے تو پھر اُنکے دور کے ختم ہونے کے بعد اب اُن کا فرزند بطور خلیفۃ المسیح رابع اس موعود فتح اور ظفر کی کلید کی دوبارہ بشارت جماعت احمدیہ کو کبھی نہ دیتے۔؟؟؟؟ انصر رضا صاحب۔ میرے ربّ قدیر نے خلیفہ رابع صاحب کو میری سچائی کا لاشعوری گواہ بنایا تھا اور میں نے اِس گواہی یا تصدیق کی چند مثالیں آپکے آگے رکھی ہیں۔ آپ اس تصدیق کی مکمل تفصیل میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے حصہ اوّل کے آخری باب نمبر ۴ (اِمامِ وقت کی حیرت انگیز بشارات) میں سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ آپ درج ذیل چند نکات پر غور وفکر فرمائیں۔

(۱) اگر آٹھ منظوم دعائیہ اشعار مجھ پر نازل نہ ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔؟

(۲) اگر خواب کی حالت میں خاکسار حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے ارشاد پر آپؑ کی دعا میں شامل ہو کر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر منظوم دعائیہ اِلہامی اشعار نہ پڑھتا۔۔۔؟

(۳) خلیفہ رابع صاحب نے اپنے منظوم کلام میں ''اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اُٹھا موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی'' فرما کر نہ صرف میری سابقہ خواب کی سچائی کی تصدیق کی ہے بلکہ ہاتھ اُٹھانے والے کا نام (غلام مسیح الزماں) لے کر اُسکے غلام مسیح الزماں ہونے کی بھی تصدیق فرمادی۔ اگر خلیفہ رابع صاحب یہ شعر نظم نہ کرتے۔۔۔؟

(۴)اگر میرے خواب کی متذکرہ بالاعظیم الشان تعبیر میرے نفس نے مجھے بتائی ہے تو میرا یہ نفس ایک طویل عرصہ یعنی چھ(۶) سال (۱۹۷۷ء سے وسط دسمبر۱۹۸۳ء) تک کیوں خاموش رہااور اُس نے خواب دیکھنے کے فوراًبعد مجھے اِس تعبیر سے کیوں آگاہ نہ فرمایا۔۔۔؟

(۵)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ ''(البقرہ۔۲۵۶)اوروہ اِسکےعلم میں سے کسی شئے کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔اگر اللہ تعالیٰ اِس عاجز کوایک اعلیٰ اِنتہائی ہمہ گیر نظریہ(Virtue is God) کے رنگ میں اپنا کامل علم اور اپنی کامل معرفت عنایت نہ فرماتا جو کہ بجز اِلہام ممکن نہیں۔۔۔؟

انصر رضا صاحب۔اگر درج بالا پانچوں واقعات میرے ساتھ وقوع پذیر نہ ہوتے اور میں نے صرف خوابیں دیکھی ہوتیں اور مجھ پر اِلہامات نازل ہوئے ہوتے تب بھی نہ مجھے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا حق الیقین ملتا اور نہ ہی میں کوئی ایسا دعویٰ کرتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خوابوں اور الہاموں کی تشریح میں نفس کا دخل ممکن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ "(الحج۔۵۳)اور ہم نے (اے محمدﷺ) تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی ،شیطان نے اُسکی خواہش میں کچھ ملا دیا۔پھر اللہ اُس کو جو شیطان ملاتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اُس کے اپنے نشان ہوتے ہیں ان کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا ،حکمت والا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے میرے غلام مسیح الزماں ہونے اور اِس کا مجھے حق الیقین دلانے کی خاطر جو تدابیر کیں اور جو جو ذرائع اختیار کیے ہیں۔ان میں کہیں بھی مجھے میرے نفس کا دخل نظر نہیں آتا۔اس اتمام حجت کے بعد اپنے آپ کو غلام مسیح الزماں تسلیم کرنے اور اِس کا دعویٰ کرنے کے سوا میرے لیے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔مجھے اس بات کا علم ہے کہ اُمت محمدیہ میں حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر بڑے بڑے عظیم الشان اِلہامات نازل فرماتا رہا ہے۔یہ بھی مجھے معلوم ہے کہ اُم موسیٰ نے وحی (جس قسم کی بھی تھی) کے بعد اپنے لختِ جگر کو دریا میں بہا دیا تھا اور ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ خواب دیکھنے کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے۔اِس سب کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ خوابیں یا اِلہامات خواہ کتنے ہی عظیم الشان کیوں نہ ہوں پھر بھی میرے ایسے کمزور انسان کیلئے اِن پر بھروسہ کر کے کوئی دعویٰ کرنا بہت مشکل تھا۔واضح رہے کہ متذکرہ بالا پانچوں واقعات رُونما ہونے کے بعد میں اپنے آپ کو غلام مسیح الزماں ماننے کیلئے مجبور ہو گیا تھا لیکن اِسکے باوجود غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔بعض باتیں میرے دل میں تھیں یا بالفاظ دیگر میری کچھ کمزوریاں تھیں جنہیں میرے ربّ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔اگر چہ خاکسار اپنے آپ کو کامل طور پر سچا سمجھتا تھا لیکن اِن کمزوریوں کا بہانہ بنا کر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعویٰ کرنے سے ٹال مٹول کرتا رہا۔میری اِن کمزوریاں کو سوائے میرے خدا کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی کوئی دور کر سکتا تھا۔پھر میری زندگی میں وہ لمحہ آ گیا جب اللہ تعالیٰ نے اِن سب کمزوریوں کو دور کر کے میرے سارے بہانے ختم کر دیئے اور مجھ سے کہا کہ اے میرے بندے!اب تو بھاگ کر کہاں جائے گا؟ بالآخر میرے لیے موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا اور اس طرح وہ دعویٰ (موعود غلام مسیح الزماں) جس کو خاکسار مورخہ ۱۰۔جون ۲۰۰۲ء کو خلیفہ رابع صاحب کی خدمت میں تحریری طور پر پیش کر چکا تھا ۱۲۔دسمبر ۲۰۰۳ء کو بذریعہ اپنی ویب سائٹ (alghulam.com)اِس دعویٰ کا پبلک میں اعلان کر دیا۔قارئین کو یاد رہے کہ یہ سب کچھ جو میں نے لکھا ہے میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناضر جان کر اور اُس کو گواہ ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ میرے ساتھ سب کچھ اسی طرح ہوا تھا جس طرح میں نے بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ۔۔۔"یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔"(سورۃ یٰسین۔۳۱)ہائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی بھی اُنکے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اِس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں (اور تمسخر کرنے لگتے ہیں)۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور ہر مرسل کیساتھ یہی کچھ ہوا تھا۔خاکسار آپ لوگوں کو بتاتا ہے کہ لوگوں نے اپنے اپنے وقت کے مرسل کو کیوں قبول نہ کیا؟ دراصل اس انکار کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے اپنے وقت کے رسول کو اپنے خود ساختہ پیمانوں کیساتھ پرکھنا اور ناپنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنے معیار اور اپنے نشانوں کیساتھ منوانا چاہتا ہے۔جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے اُنہیں وہ معیار اور نشانات قبول نہیں ہوتے جن کیساتھ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مرسل کو بھیجتا ہے۔اسی ضمن میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

''یاد رہے کہ ہر ایک نبی یا رسول یا محدث جو نشان اتمام حجت کیلئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالیٰ کے نزدیک معیار صدق و کذب ہوتا ہے اور منکرین کی اپنی درخواست کے نشان معیار نہیں ٹھہر سکتے۔''(مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۳۲۸ حاشیہ)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرتﷺ پر ایسی عظیم الشان وحی نازل فرمائی جس کی کوئی مثال نہ آپﷺ سے پہلے رسولوں میں سے دی جا سکتی ہے اور نہ ہی آپکے بعد کسی مرسل پر ایسا عظیم کلام نازل ہوگا۔لیکن بدبخت منکرین (یہود و نصاریٰ اور مشرکین) اس عظیم الشان کلام کو بھی آپﷺ کی پریشان خوابیں قرار دیتے رہے۔اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ (الانبیاء۔۶) بلکہ (منکرین) کہتے ہیں (یہ) پریشان خوابیں ہیں بلکہ (یہ کہ) اس نے اِفترا

کیا ہے بلکہ (یہ کہ) وہ شاعر ہے، سو ہمارے پاس کوئی نشان لائے جس طرح (کے نشانوں کیساتھ) پہلوں کو بھیجا گیا۔

یہود و نصاریٰ نے قرآن کریم ایسے عظیم الشان کلام کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی خواہش کے مطابق مثیل موسیٰ کو بنی اسرائیل میں ڈھونڈتے رہے۔ اور اس طرح آنحضرت ﷺ کا انکار کرکے واصل جہنم ہوگئے۔ اسی طرح ایک صدی قبل جب آپ ﷺ کے عظیم موعود غلام (مہدی و مسیح موعود) ظاہر ہوئے تو آپؑ پر مخالفین یہ اعتراض کرتے رہے کہ آپ کو اِلہام کبھی عربی، کبھی اُردو، پنجابی اور انگریزی میں ہوتے ہیں۔ آپکی وحی قرآن کریم جیسی کیوں نہیں ہے وغیرہ۔ آج حضورؑ کے اس موعودز کی غلام کو اللہ تعالیٰ نے اُسکی صداقت کیلئے جو دلائل بخشے ہیں۔ یہ ایسے قطعی، علمی اور اِلہامی ہیں کہ اگر کسی انسان میں کچھ بھی تقویٰ ہو تو وہ اِن دلائل کا انکار نہیں کرسکتا لیکن اس عاجز کے قطعی دلائل بھی بعض لوگوں کو مطمئن نہیں کرسکتے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کو ہدایت دینا کسی مرسل کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ کو مخاطب ہوکر فرماتا ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (البقرہ۔۲۷۳) اُنہیں ہدایت دینا تیرے ذمہ نہیں ہے۔ ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔

(۱۰) علم و معرفت میں کمال کی حجت۔ حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام اپنے رسالہ ''تجلیات اِلٰہیہ'' میں فرماتے ہیں۔ ''اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کردینگے۔'' (تذکرہ صفحہ ۵۱۷۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)

حضور علیہ السلام نے اپنی اس پیشگوئی میں جس قسم کے علم کا ذکر فرمایا ہے وہ ذات باری تعالیٰ کی معرفت سے تعلق رکھتا ہے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کے ذریعے اپنے برگزیدہ بندے (مہدی و مسیح موعود) کیساتھ آپکے موعودز کی غلام کے متعلق یہ فرما کر کہ ''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مُظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔'' اُسے کامل علم و معرفت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ حضورؑ کی مندرجہ بالا پیشگوئی میں علم و معرفت میں جس کمال کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ میں علم و معرفت میں کمال کی یہ خلعت صرف اور صرف موعودز کی غلام کی قسمت میں لکھی گئی تھی۔ خاکسار نے ۱۹۹۷ء میں جناب خلیفہ رابع صاحب کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی اِلہامی دعاؤں کی قبولیت کے صدقے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ''اب میں تجھے اپنی جناب میں رجسٹر کرتا ہوں اور میں تجھے علم دوں گا اور تو لوگوں کو لاجواب کردے گا۔'' (غلام مسیح الزماں صفحہ ۶۶) یہ علم و معرفت میں کمال ہی تو ہے جو اس عاجز کو اِلہامی نظریہ نیکی خدا ہے (Virtue is God) کے ذریعے بخشا گیا ہے۔ خاکسار کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی کی حقیقت کا جو علم بخشا گیا ہے۔ اِس کی روشنی میں خاکسار نہ صرف خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو جھٹلا چکا ہے بلکہ میدان میں کھڑے ہوکر مدت سے علم و معرفت میں مقابلہ کیلئے آپ سب کو بلا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کے خلفاء اور علماء نے میرا مقابلہ کرنے کی بجائے مکمل طور پر چپ سادھ رکھی ہے۔ میرا آقا حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پاسکتے ہو؟'' (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳)

قارئین کرام۔ اس عاجز نے اپنے آقا کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ علم و عرفان میں کمال کی اس نعمت کو کامل طور پر پایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم و معرفت کے سلسلہ میں میرے آقا کی اس پیشگوئی کو اس عاجز کے وجود میں کامل طور پر پورا فرمایا ہے۔ مذہب کے علاوہ دنیا کے سائنسدانوں اور فلسفیوں کو بھی میری طرف سے دعوت عام ہے کہ وہ آکر علم و عرفان میں اس عاجز کا مقابلہ کرکے دیکھ لیں۔ عرصہ دراز سے میرے مقابلہ پر کوئی نہیں آیا لیکن جب بھی کوئی آئے گا تو اِنشاءاللہ تعالیٰ دنیا وہی نظارہ دیکھے گی جس کی خبر خلیفہ رابع صاحب دے گئے ہیں۔ ؎ یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

ایک جگہ پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''دیکھو دنیوی علوم جو اکثر مخالف قرآن کریم اور غفلت میں ڈالنے والے ہیں۔ کیسے آجکل ایک زور سے ترقی کررہے ہیں اور زمانہ اپنے علوم ریاضی اور طبعی اور فلسفہ کی تحقیقاتوں میں کیسی ایک عجیب طور کی تبدیلیاں دکھلا رہا ہے۔ کیا ایسے نازک وقت میں ضرور نہ تھا کہ اِیمانی اور عرفانی ترقیات کیلئے بھی دروازہ کھولا جاتا تا شرور محدثہ کی مدافعت کیلئے آسانی پیدا ہوجاتی۔ سو یقیناً سمجھو کہ وہ دروازہ کھولا گیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اِرادہ کرلیا ہے کہ تا قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اِس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے۔ اب نیم مُلّاں دشمن اِسلام اِس ارادہ کو روک نہیں سکتے۔ اگر اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہلاک ہوجائیں گے اور قہری طمانچہ حضرت قہار کا ایسا لگے گا کہ خاک میں مل جائیں گے۔ اِن نادانوں کو حالت موجودہ پر بالکل نظر نہیں۔ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم مغلوب اور کمزور اور ضعیف اور حقیر سا نظر آوے لیکن اب وہ ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا۔ ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان میں آئیگا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائیگا اور اپنا غلبہ دکھائیگا اور لیظهرہٗ علی الدّین کلّہٖ کی پیشگوئی کو پورا کردے گا اور پیشگوئی و لیمکننّ لھم دینھم کو روحانی طور سے

کمال تک پہنچائے گا۔‘‘(ازالہ اوہام بحوالہ روحانی خزائن جلد۳صفحہ ۴۶۶ تا ۴۶۷)

انصر رضا صاحب۔کیا اِلٰہی نظریہ’’Virtue is God‘‘میں قرآن مجید کے وہ معارف بیان نہیں کیے گئے جن کے آگے تمام دنیوی فلسفے ہلاک اور باطل ہو گئے ہیں۔؟اِس نظریہ میں ہستی باری تعالیٰ کے متعلق قرآن کریم کا وہ سچا فلسفہ ظاہر ہوا ہے جس کے آگے دنیا کا کوئی بھی فلسفہ ٹھہر نہیں سکتا۔یہ اِلٰہی نظریہ(Divine theory)ہی دراصل ادیانِ باطلہ پر دین اسلام کے غلبہ کی نشانی اور علمی فتح ہے۔محاورہ ہے کہ۔آفتاب آمد دلیل آفتاب۔اس محاورے کا مطلب ہے کہ ظاہر بات کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ایسے ہی حضورؑ کا موعودزکی غلام اپنی صداقت کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کرسکتا ہے۔؟؟؟؟ ۔ دوستو اِک نظر خدا کے لیے سیّدالخلق مصطفٰے کے لیے

(۱۱)خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کی تردید۔

وفات مسیح ابن مریم کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے بعد حضرت مرزا غلام احمدؑ کا موعود مسیح ہونے کا دعویٰ خود بخود قابلِ غور بن گیا تھا کیونکہ کسی پیشگوئی کے متعلق کسی غلط عقیدے کو جھٹلانے کی توفیق اللہ تعالیٰ اُسی انسان کو دیا کرتا ہے جو بذاتِ خود اُس پیشگوئی کا مصداق ہوتا ہے۔اِسی طرح آج بھی یہی معاملہ ہے۔خاکسار نے قرآن کریم اور زکی غلام سے متعلقہ مبشر الہامات کی روشنی میں عقلی اور نقلی دلائل کیساتھ جناب خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو قطعی طور پر غلط اور جھوٹا ثابت کردیا ہے۔آج بھی جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کے جھوٹے ہونے کا اِنکشاف فرمایا ہے وہی دراصل پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق ہے۔خلیفہ ثانی صاحب کے دعویٰ مصلح موعود کو جھٹلانے کے بعد خاکسار کا دعویٰ خود بخود قابل غور بن جاتا ہے۔جیسا کہ حضورؑ اپنے دعویٰ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

’’پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنیوالے حَـکَـم کو چاہتے تھے۔سو وہ حَکَم میں ہوں۔میں رُوحانی طور پر کسرِ صلیب کیلئے اور نیز اِختلافات کے دور کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں۔اِن ہی دونوں اُمروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں میرے لیے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقیقت کی کوئی اور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔‘‘(ضرورت الامام۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۔۴۹۵)

اسی طرح جماعت احمدیہ میں ایک جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کرکے جو فساد برپا کردیا گیا تھا۔ضرور تھا کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد آئندہ صدی ہجری کے سر پر آپکا موعود زکی غلام مبعوث ہوکر پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں جماعت میں پیدا کردہ فتنہ وفساد کو دور کرکے جماعت کا قبلہ درست کرتا اور یہ ضرورت اللہ تعالیٰ نے اس عاجز سے بخوبی پوری کروادی ہے اور حضورؑ کے بقول ضرورت بذات خود دلیل ہوتی ہے۔

(۱۲)حدیث مجدد ین۔جیسا کہ میں نے اپنے بعض مضامین میں بھی اِس کا ذکر کیا ہے کہ جس زکی غلام کی خبر حضورؑ کو اِلہامی طور پر دی گئی تھی وہ یقیناً حضورؑ کے بعد آئندہ صدی کا موعود مصلح اور مجدد ہے۔حدیث مجددین کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے جو وعدہ فرمایا تھا اِسکی روشنی میں اِس موعود مصلح نے پندرھویں صدی کے سر پر ظاہر ہونا تھا۔چودھویں صدی کے مجدد بلکہ مجددِ اعظم حضرت مہدی و مسیح موعودؑ تھے۔جہاں تک خاکسار کا تعلق ہے تو پندرھویں صدی ہجری کے آغاز(وسط دسمبر۱۹۸۳ء)میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر موعودزکی غلام ہونے کا انکشاف فرمادیا تھا۔آج جماعت احمدیہ میں میرے علاوہ اگر کوئی اور مدعی’’زکی غلام مسیح الزماں‘‘ہے تو وہ میرے مقابلہ پر آکر طبع آزمائی کرکے دیکھ لے۔کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر صدی کے سر پر مجدد کے مبعوث ہونے کا جو وعدہ فرمایا تھا اس فرمودہ میں کوئی تخلف ہو۔؟ ہرگز نہیں۔

(۱۳)شدید مخالفت۔ہر زمانے میں اَنبیاء اور مصلحین کا اُنکے دُعاوی کے بعد اُنکی قوموں نے اُنکی شدید مخالفت،اخراج،مقاطعہ اور تمسخر اُڑایا تھا۔کفار کے یہ ہتھکنڈے مدعی اور اُسکے مومنین کے خلاف ہوتے ہیں۔مذہبی دنیا میں کوئی ایک مثال بھی(سوائے خلیفہ ثانی صاحب کے)ایسی نہیں مل سکتی کہ کسی برگزیدہ نبی اور مصلح نے دعویٰ کیا ہو اور اُسکے ماحول کے مذہبی پنڈتوں اور دوکانداروں نے اُس کا اخراج اور مقاطعہ اور اُسکا تمسخر نہ اُڑایا ہو؟ آنحضرت ﷺ کے بدترین دشمنوں نے آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کی گواہی دے رکھی تھی لیکن دعویٰ کے بعد آپکی بھی شدید مخالفت کی گئی اور حتیٰ کہ آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنی پڑی۔کفار آپ ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے۔وَإِذَارَأَوْكَ إِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًاأَهَذَاالَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (الفرقان۔۴۲)اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے صرف ایک ہنسی ٹھٹھے کی چیز سمجھتے ہیں،(اور کہتے ہیں)کیا اللہ نے اس شخص کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت مہدی معہود و مسیح موعودؑ پر بھی آپکے دعویٰ کے بعد پہلے کفر کا فتویٰ لگا۔بعدازاں اِخراج از اسلام کیساتھ آپؑ کا اور آپکے اصحابؓ کا مقاطعہ بھی کیا گیا۔اسی طرح آج خاکسار پر بھی مفسد(ویب سائٹ alghulam.com پر دیکھیں نیوز نمبر۴۔آزادی ضمیر کی سزا)ہونے کا الزام لگا کر میرا اور میرے اہل وعیال اور میرے دیگر اصحاب کا اَخراج اور مقاطعہ کیا گیا ہے۔وغیرہ۔

اختتامی گذارش۔حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ ؎ صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار انصر رضا صاحب۔خاکسار نے آپکے آگے اپنی صداقت کے حق میں تیرہ (۱۳) قرائن پیش کر دیئے ہیں حالانکہ بقول حضورؑ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے انسان کیلئے صرف ایک نشان ہی کافی ہوتا ہے۔جس طرح آپ نے اُنتیس (۲۹) سال پہلے ہر قسم کی مخالفت، دکھوں اور لعن طعن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اُسکی رضا کی خاطر حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو قبول فرمایا تھا اسی طرح آج میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ایک ایسے دعویٰ مصلح موعود کو جس میں کوئی بھی صداقت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر چھوڑ کر سچائی کو تلاش کریں۔اس ضمن میں خاکسار مورخہ ۲۲۔جنوری ۲۰۱۱ء کو ایک علمی مباحثہ میں آپکے اختیار کردہ معیار (قرآن کریم) کے مطابق آپ پر اُتمام حجت کر چکا ہے۔ مجھے اُمید ہے آپ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور مجرم بن کر کھڑا ہونے کو پسند نہیں فرمائیں گے۔اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اگر آپ ہر قسم کی مخالفت، دکھوں اور لعن طعن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صدق دل اور تقویٰ کیساتھ سچائی کو تلاش کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔وہ آپکی صراط مستقیم کی طرف ضرور راہنمائی فرمائے گا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ اس ضمن میں آپ ہم سب کے آقا حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی درج ذیل نصیحت سے ضرور فائدہ اُٹھاؤ گے۔

''اصل بات یہ ہے کہ جب تک اِنسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔اُس وقت تک پرانے خیلات نہیں چھوڑ سکتا۔اِس لیے جب آدمی کسی نئی بات کو سُنے تو اُسے یہ نہیں چاہیے کہ سُنتے ہی اُس کی مخالفت کیلئے تیار ہو جاوے بلکہ اُس کا فرض ہے کہ اُس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور اِنصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالےٰ کے خوف کو مدنظر رکھ کر تنہائی میں اِس پر سوچے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۱ تا ۲)

جناب انصر رضا صاحب۔آخر میں گذارش ہے کہ ہمیں چاہیے کہ عالم اِسلام کے مشہور فلسفی الکندی (۸۰۱ء۔۸۷۳ء) کی درج ذیل خوبصورت نصیحت کو پلّے باندھ کر اِس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔وہ فرماتے ہیں۔''ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ ہم سچائی تسلیم کرنے میں نہ شرمائیں اور جہاں کہیں سے بھی وہ حاصل ہو اِسے اپنے میں جذب کر لیں۔جو سچائی کی تلاش میں نکلتا ہے، اُس کیلئے خود سچائی سے زیادہ کوئی شئے قیمتی نہیں ہے۔یہ اُسے کبھی کم حیثیت نہیں بناتی، کبھی رسوا نہیں کرتی۔''

والسَّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

آپ کا مخلص

عبدالغفار جنبہ/کیل۔جرمنی

موعود ذکی غلام مسیح الزماں (مجدد صدی پانزدہم)

۲۲۔اکتوبر ۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆☆☆☆